عُلمائے دین

اور

اُمراءِ اسلام

مُصنّف

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ

متوفی سنہ ۱۴۲۰ھ سنہ ۱۹۹۹ء

جمع وترتیب

عبید الرحمٰن مُحسن

مکتبہ دار الحدیث جامعہ کمالیہ (رجسٹرڈ)

راجووال۔ اوکاڑہ فون : 04449-870005

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

تعاونوا على البر والتقوى

علمائے دین اور امراء اسلام

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ

متوفی سنہ ۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹ء

جمع وترتیب

عبید الرحمٰن محسن

ناشر

مکتبہ دار الحدیث جامعہ کمالیہ (رجسٹرڈ)

راجووال۔ اوکاڑہ فون : 04449-870005

نام مقالہ ---------- علماء دین اور امراء اسلام

مصنف ---------- مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام ---------- مولانا حاجی احمد دین محمود، کھڈیاں خاص

کتابت ---------- مولانا قدرت اللہ فاروق جسوکے، اوکاڑہ

تاریخ اشاعت ---------- اگست ۲۰۰۱ء ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

ناشر ---------- دارالحدیث جامعہ کمالیہ (رجسٹرڈ) راجووال، اوکاڑہ

اشاعت فنڈ ---------- /- روپے

ملنے کے پتے

دارالفرقان، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور- 7231602

دارالکتب السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور- 7237184

نعمانی کتب خانہ، اردو بازار لاہور۔ سبحانی اکیڈمی، حسن مارکیٹ اردو بازار، لاہور

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

مولانا عنایت اللہ امین، خطیب ببرکھائی

مولانا عطاء اللہ حنیف خطیب کوٹ رادھاکشن، محمد یحیٰ عزیز ڈاہروی کوٹ رادھاکشن

مولانا سردار علی سردار خطیب پاک پتن

مولانا علم الدین علیم خطیب گوجرانوالا

مولانا عبدالرحمان عتیق بہاری پور، چونیاں

ترتیب

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگریؒ

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی، ایڈیٹر ماہنامہ صدائے ہوش۔لاہور

بیسویں صدی عیسوی میں برصغیر کے جن فحول علمائے کرام نے اسلام کی وسیع نشرواشاعت کے لیے وعظ وتقریر، تالیف وتصنیف اور درس وتدریس میں نام پیدا کیا اور شہرت دوام حاصل کی، ان میں نیپال کے جلیل القدر عالم دین مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری کا اسم گرامی بھی نمایاں نظر آتا ہے۔وہ خوش الحان واعظ، بلند آہنگ خطیب، منجھے ہوئے تجربہ کار مدرس اور عمدہ تحقیقی ذوق رکھنے والے محقق ومصنف تھے۔ان کی معلومات کا دائرہ اور مطالعے کی حدود وسعت پذیر تھی۔ورع وتدین تقویٰ وپرہیزگاری میں یگانہ تھے۔نہایت خوش خلق، ملنسار، منکسر المزاج، خوش طبع، بذلہ سنج، ذہین وفطین، نیک اطوار اور باغ وبہار طبیعت کے عالم دین تھے۔انہوں نے نیپاک کے پسماندہ اور سنگلاخ علاقے جھنڈانگر میں توحید کی شمع کو فروزاں کیا، سنت کی اہمیت کو اجاگر کر کے عمل بالحدیث کے فروغ کی طرح ڈالی، درس وتدریس کی بزم سجا کر ہزاروں تشنگان علم کو مستفید کیا۔ظلمت وتیرگی میں ڈوبے اس علاقے میں انہوں نے شب وروز توحید وسنت کی تبلیغ کی اور خوب کام کیا۔ ان کا مدرسہ جامعہ سراج العلوم سلفیہ، اس خطہ میں ''مینارۂ نور'' ثابت ہوا۔بلاشبہ رحمانی صاحب نے اس گلشن توحید کی خون جگر سے آبیاری کی اور اپنے آباؤ اجداد کے قائم کردہ اس تعلیمی ادارے کی تعمیر وترقی میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔یہ بہت بڑی سعادت ہے جو ان کے حصے میں آئی۔مولانا مرحوم کی کوششوں اور کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ ''سراج العلوم سلفیہ جھنڈانگر'' کا شمار جماعت اہل حدیث برصغیر کے چند گنے چنے مدارس میں ہوتا ہے۔مولانا بہت سی خوبیوں اور اوصاف حمیدہ کے حامل تھے۔انہوں نے اپنے علاقے میں مسلک اہل حدیث کے فروغ کے لیے بڑا کام کیا۔نیپال میں جمعیت اہل حدیث کی بنیاد انہوں نے رکھی، وہ جمعیت اہل حدیث ہند کے معزز رکن رہے، رابطہ عالم اسلامی نے بھی ان کو اپنا ممبر بنانے کا شرف حاصل کیا اور مولانا تادم آخر اس کے رکن رہے۔اس کے علاوہ جامعہ سراج العلوم کا مہتمم ہونے کا اعزاز بھی ان کو حاصل تھا، وہ نصف صدی سے زائد عرصہ اس منصب پر فائز رہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی علمی، ادبی، تدریسی اور تصنیفی

صلاحیتوں سے نوازا تھا' اسی باعث ان کے حصے میں بہت سے اعزاز آئے۔ آئندہ سطور میں ہم مولانا مرحوم کی تابناک زندگی کے درخشاں پہلو قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ معلومات ہے جو ہمیں محترم مولانا بدرالزماں نیپالی حفظہ اللہ کی کتاب ''علمائے اہل حدیث بستی و گونڈہ'' سے ملی ہے۔

مولانا عبدالرؤف رحمانی مرحوم ۱۰۔ ۱۹۱۱ء میں ضلع گونڈہ کپلوستو تولہوا (نیپال) کے مشہور گاؤں کدر بٹوا میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حاجی نعمت اللہ' دادا کا اسم گرامی سردار خان بن موتی خاں بن بختیار خاں تھا۔ گھر کا ماحول دینی تھا' والدین نیک اور تقویٰ شعار تھے۔ انہوں نے اپنے اس لخت جگر کو دینی تعلیم دلوانے کا مصمم ارادہ اور عزم کر رکھا تھا۔ مولانا موصوف جب ذرا باشعور ہوئے تو ان کے والد مکرم حاجی نعمت اللہ صاحب نے انہیں جامعہ رحمانیہ (اس وقت اس کا نام مصباح الہدیٰ تھا) بنارس بھیج دیا۔ دو سال وہاں زیر تعلیم رہے' ایسے میں ان کی والدہ وفات پا گئیں۔ ان کے غم میں دوبارہ بنارس نہ جا سکے اور سراج العلوم جھنڈانگر میں ہی مولانا عبدالغفور بسکوہری سے پڑھنے لگے۔ دو سال کے بعد مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کی طرف شد رحال کی اور دو سال وہاں زیر تعلیم رہ کر عظیم المرتبت اساتذہ کرام سے انتہائی درجے کی کتب پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ ان اساتذہ کرام کے نام یہ ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ مرحوم' شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارک پوری' مولانا عبدالرحمٰن نحوی' مولانا نذیر احمد رحمانی' مولانا عبدالسلام درانی اور مولانا خلیل احمد' آخر الذکر سے صرف ونحو وغیرہ کی ابتدائی کتب پڑھی تھیں۔ یہ مرحوم کے پہلے استاذ تھے۔

مولانا مرحوم تحصیل علم کے بعد کچھ عرصہ دارالحدیث رحمانیہ میں ہی مدرس رہے' اس کے بعد جامعہ رحمانیہ بنارس چلے گئے اور وہاں تین سال تک پڑھایا۔ یہاں سے واپس گھر آ گئے اور تین سال درس و تدریس سے الگ رہ کر بے کاری میں گزار دیئے۔ آخر اپنے والد محترم کا خیال کرتے ہوئے سراج العلوم میں پڑھانے لگے اور یہ سلسلہ ایک مدت تک چلتا رہا۔ ۱۹۴۶ء میں ان کے والد حاجی نعمت اللہ کی وفات ہو گئی۔ ان حالات میں مدرسے کی نظامت انہیں سنبھالنا پڑی۔ مولانا عبدالرؤف مرحوم نے سراج العلوم کی زمام انتظام سنبھالتے ہی اپنے والد کے قائم کردہ اس گلشن کی تعمیر و ترقی میں کسی قسم کا کوئی دقیقہ فروگزاشت آٹھا نہ رکھا۔ وہ انتہائی درجے کے اعلیٰ منتظم ثابت ہوئے' ان کی زیر سرپرستی سراج العلوم نے ترقی کی بہت سی منزلیں طے کیں۔ اس علاقے میں اب یہ ایک تناور درخت بن چکا ہے اور اس کی شاخیں دور دور تک پھیلی نظر آتی ہیں۔ ہماری تو دعا ہے اللھم زد فزد۔

مولانا مرحوم بلند پایہ واعظ تھے' اللہ نے ان کو خوبصورت آواز کے ساتھ' سلیقے سے بات کرنے کا

ڈھنگ بھی عطا کیا تھا' اپنی بات کو احسن پیرائے میں سامعین کے گوش گزار کرتے اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہایت عمدہ طریقے سے کرتے تھے۔ ان کی تقریر بڑی مدلل اور جامع ہوتی۔ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ بکثرت پڑھتے۔ نوگڈھ کی کانفرنس میں ان کے خطبہ استقبالیہ نے پورے ہندوستان میں ان کے علم وفضل اور خطابت کی دھوم مچا دی تھی' اسی باعث آپ کو خطیب الہند اور خطیب الاسلام کے القاب سے نوازا گیا۔

قلم وقرطاس سے آپ کو بے حد محبت تھی تادم زیست تحریر و نگارش کا سلسلہ جاری رکھا۔ پاک و ہند کے مختلف رسائل و جرائد ان کی قلمی نگارشات سے مزین ہوتے رہتے تھے۔ خود بھی انہوں نے ماہنامہ السراج جاری کر رکھا تھا۔ جو گزشتہ ۶ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے اس کے مضامین بڑے علمی' معیاری اور معلومات افزاء ہوتے ہیں۔ راقم کے نام جماعت اہل حدیث کے جو رسائل آتے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ میں اس کے مضامین سے مستفید و مستفیض ہوتا ہوں۔

تالیف وتصانیف کے میدان میں مولانا نے گراں قدر خدمت انجام دی۔ آپ نے بہت سے علمی و اصلاحی موضوعات پر لکھا اور داد وتحسین حاصل کی۔ آپ کے گوہر بار قلم سے جو کتب ضبط کتابت میں آئیں ان کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

صیانۃ الحدیث' نصرۃ الباری' العلم والعلماء' سیرت النبیؐ' ایمان وعمل' ایام خلافِ راشدہ' حقوق و معاملات' تردید حاضر وناظر' دلائل ہستی باری تعالیٰ' رسالہ عشر' مسئلہ زکوٰۃ' اوقات کا روشن تابناک سلسلہ' صحابہ کرام کی دولت مندی اور سخاوت وفیاضی' تعلیمات اسلام کی حقانیت اور تبلیغ محمدی کی انقلابی قوت' ضلالت و ہدایت سے متعلق آیات کریمہ کی تشریح' مذہب اہل حدیث اپنے نظریات وخصوصیات کے آئینے میں' سفر حج کے آداب وشرائط اور چند مقدس آثار وشعار' عاملین حدیث کا پہلا مقدس گروہ' اشعار وعقائد کی دینی حیثیت' علماء دین اور امراء اسلام' عربی زبان اور خوش حال مسلمان' مقررین اور واعظین پر عتاب کا جواب' قربانی پر معیشت کی آڑ میں اعتراض' دینی تعلیم وامرائے زمانہ' علم دین کا مقام اور مدارس اسلامیہ کی تاریخ' عشرہ ذی الحجہ کے فضائل' بکرا عید میں ذبح جانوروں جیو ہتیا نہیں' مومنین عابدین' ذاکرین کے اوصاف' اسلام ایک عالمگیر مذہب' صداقت قرآن اور اصلاحات بائبل' انفاق فی سبیل اللہ و دینی وملی ادارے' نعم البدل' حقانیت اسلام اور تہذیب حاضر کے ظلمات' لادینی تحریکات کے دور میں دینی اداروں کا قیام' آپ بیتی و جگ بیتی کے چند واقعات' خلافت فاروق اعظمؓ' مطالب خطاب وفوائد' حمد وصلوٰۃ' فہم قرآن' استقبالیہ نوگڈھ' کائنات عالم میں زمین کی اہمیت' فلسفہ خیر وشر اسلام اور سائنس' مسئلہ عشر عقل ونقل کی روشنی میں' تقویٰ کی خصوصیات' صبر و

استقامت کا پیغام امت مسلمہ کے نام' حرمت سود و جوا' اسلاف کی فیاضیاں' فضائل و مسائل نماز' قرآن کریم پر پادریوں کے پانچ شبہات اور جوابات' احوال قیامت و حشر اجساد' اقلیت و اکثریت کے مسائل' کتاب الدعا' دلائل صداقت و رسالت' کلمات دعا مع ثمرات' ماہ رمضان کے احکام و مسائل' احترام مسلم' توحید باری تعالیٰ' تحقیق مسنہ' سفر نامہ حجاز' خلفائے راشدین۔

بلاشبہ مولانا عبدالرؤف اس دور کے یگانہ روزگار عالم دین تھے' انہوں نے اپنی حیثیت و ہمت سے زیادہ کام کیا۔ ایک عرصے سے مختلف عوارض نے ان کو گھیر رکھا تھا۔ وہ پامردی سے بیماری کا مقابلہ کرتے رہے' یونہی کچھ افاقہ ہوتا قلم و قرطاس سے تعلق قائم کر لیتے' اور وعظ و تبلیغ کے لیے بھی دور دراز جانے کو تیار ہو جاتے۔ وفات سے چند ہفتے پہلے بیماری شدت سے حملہ آور ہوئی۔ آخر ۳۰ نومبر ۱۹۹۹ء کی شام سوا چھ بجے اسلاف کی یہ نشانی ۹۰ سال کی عمر میں ہم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جماعت اہل حدیث کے اس عظیم فرزند کی وفات پر عالم اسلام میں بے حد افسوس کا اظہار کیا گیا۔ بی بی سی لندن نے بھی مولانا کی خدمات بوقلمونی کے اعتراف میں اپنی یکم دسمبر صبح اور رات کی نشریات میں ان کی وفات کا اعلان نشر کیا اور حالات زندگی بیان کیے۔

ہم اپنے نیپالی جماعتی احباب' بالخصوص جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر کے اساتذہ کرام' طلباء اور مولانا کے اعزو اقارب سے دلی افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قرآنی نقطۂ نظر سے مقامِ علم

محترم قارئین! جن علمائے دین اور اسلاف کرام کے علمی اعزازات اور ان کے وظائف وعطیات سے متعلق ہم یہاں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بیان سے پہلے یہ چند سطور علم دین کی اہمیّت سے متعلق ملاحظہ کرتے چلیں۔

کتاب وسنّت کا علم اس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق خاص اہتمام ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے علم کی نسبت اپنی طرف کرکے اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ ۝

یہاں سے ظاہر ہے کہ حق تعالےٰ مُعلّمِ اوّل ہے اور اس نے علم کی نشر واشاعت کے لئے انسان کو قوتِ گویائی بھی عطا فرمائی ہے۔ اور نطق وبیان کی نعمت سے سرفراز کیا ہے۔ اور ایک جگہ ارشاد فرمایا۔

اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۝ الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۝

اس آیت کریمہ میں رب کریم نے تعلیم کی توسیع کے لئے قلمی خدمات اور تحریرات وتصنیفات کے سب سے بڑے ذریعہ قلم کا ذکر فرمایا ہے۔ درحقیقت بیان اور قلم کی دونوں قوتیں دے کر حق تعالےٰ نے اپنی نعمت عظمیٰ انسان کو عطا فرما دی۔ حق تعالےٰ نے پھر یہ امر بھی فرما دیا کہ اہل علم کے پاس طالبانِ علم سفر کریں اور علمائے دین سے اپنی بصیرت وفقاہت حاصل کریں اور اقوام وملل میں اس کی نشر واشاعت کریں تاکہ قیامِ قیامت تک سلسلۂ علمیہ قائم رہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

فَلَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ ۝

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہر خاندان اور ہر طبقے سے طالبانِ علم گروہ در گروہ

دینی علوم کی معرفت اور فقاہت کے لئے سفر کریں اور واپس آکر اپنی اپنی قوم اور جماعت کی اصلاح کریں اور نافرمانی کے انجام بد سے ڈرائیں۔ اس کے ساتھ ہی حق تعالیٰ نے اہل علم کی بلندئی درجات کے لئے اعلان فرمایا۔

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان داروں اور اہل علم کو بلند و بالا درجات سے نوازتا ہے کیونکہ وہ تمہارے اعمال کی پوری پوری خبر رکھتا ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دین کی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ۝ کہ میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دین اور تفقہ فی الدین دین کے علم اور سمجھ کو خیر و برکات کا قوی ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ ۝ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶)

یعنی جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ بھلائی کا ہوگا اسے دین کی سمجھ اور فقہ عطا فرمائیگا۔

امام بخاری نے اس پر اپنا یہ نوٹ لکھا ہے۔

وَاِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ ۝ کہ یہ علم و فہم تعلیم اور تعلّم ہی کے ذریعے سے ہوگا۔

اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے توسیع تعلیم کے سلسلہ میں فرمایا ہے۔

لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ ۝ کہ حاضرین و سامعین ان کی تعلیم و تبلیغ غیر موجود لوگوں تک کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کی توضیح میں فرمایا۔

کُوْنُوْا رَبّٰنِیِّیْنَ حُکَمَاءَ وَعُلَمَاءَ وَفُقَھَاءَ (بخاری ج ۱ ص ۱۶)

یعنی حکمت و علم اور فقہ خاص ترتیب سے حاصل کرکے آئمہ ربانی و علماء حقانی کا مقام حاصل کرو۔

امام بخاری نے ربانی کے متعلق لکھا ہے۔

اَلرَّبَّانِیُّ ھُوَ الَّذِیْ یُرَبِّی النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ کِبَارِہٖ ۝

معلم ربانی وہ شخص ہے جو علم کی باریک باریک اور بڑی بڑی باتوں سے پہلے سیدھی سادھی

باتوں سے لوگوں کی تربیت کرے۔

بہرحال اس طرح کے علماء کے متعلق فرمایا۔

إِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ ۔

یعنی علماء انبیاء کے علوم دینیہ کے وارث ہیں۔

طالب علموں کو علمی سفر کے لئے اسی طرح ترغیب دیا فرمایا۔

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا بِطَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶)

یعنی جو شخص تحصیل علم کے لئے راستہ طے کرے گا اس کے لئے جنت کا راستہ بھی آسان ہوگا۔

اسی طرح قرآنی علوم کے ماہر و متبحر کا درجہ یوں بلند فرمایا۔ ارشاد ہوا۔ کہ

اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۳۵)

یعنی قرآنی علوم میں مہارت و بصیرت رکھنے والا اللہ کے معزز فرشتوں کے ساتھ ہوں گے۔

آثار کے نقطۂ نظر سے مقامِ علم۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

طَلَبُ الْعِلْمِ يَوْمًا خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَشْهُرٍ ۔ (منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۲۷)

یعنی علم کا ایک دن کے لئے طلب کرنا تین ماہ کے روزوں سے بہتر ہے۔

اسی طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

يَا أَبَا ذَرٍّ لَأَنْ تَغْدُوَ فَتَتَعَلَّمَ آيَةً مِّنْ كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ وَلَأَنْ تَغْدُوَ فَتَتَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِهِ أَوْ لَمْ يُعْمَلْ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ أَلْفَ رَكْعَةٍ تَطَوُّعًا ۔ (منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۳۱)

یعنی کتاب اللہ کی ایک آیت کا علم و فہم حاصل کرنا سو رکعت کی عبادت سے افضل ہے اور علم کی ایک بحث کا حاصل کر لینا ہزار رکعت کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

اَلْعِلْمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَالِ وَاَهْلُ الْاَمْوَالِ تَمُوْتُوْنَ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَ الْعُلَمَاءُ بَاقُوْنَ مَا بَقِيَ الدَّهْرُ ۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۱)

یعنی علم کا مقام مال و دولت سے بہت بلند ہے۔ مال و دولت کا خزانہ رکھنے والے زندگی میں وہ شہرت نہیں رکھتے جو علماء کو موت کے بعد بھی حاصل رہتی ہے کیونکہ علماء کا ذکر خیر ان کے مرنے کے بعد قیام قیامت تک باقی رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔

مُذَاكَرَةُ الْعِلْمِ سَاعَةً خَيْرٌ مِّنْ اِحْيَاءِ لَيْلَةٍ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۸)

یعنی علم کا چرچا ایک گھنٹہ تک کا بھی ساری رات کی عبادت اور وظیفہ سے بھاری ہے۔

حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا۔

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ فَاِنْ عَجَزْتُمْ فَاَحِبُّوْا اَهْلَهٗ. ر

یعنی تم لوگ طالب علم بنو ورنہ اہل علم کی تعظیم کرو۔ مزید فرمایا۔

كُنْ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا (صفۃ ج ۱ ص ۲۵۸)

امام شعبیؒ نے فرمایا کہ انسان علم کی صرف ایک بات حاصل کرنے کے لئے یمن تک چلا جائے اور اس سے فائدہ اٹھائے تو میرے نزدیک صرف ایک کلمہ کے لئے بھی اس کا یہ طویل سفر مبارک ہے۔ (صفۃ ج ۳ ص ۴۱)

امام زہری نے فرمایا۔

مَا عُبِدَ اللّٰهُ بِشَيْءٍ اَفْضَلُ مِنَ الْعِلْمِ ۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۲

یعنی طلب علم بھی ایک عبادت ہے بلکہ متعارف عبادت پر بھی فضیلت رکھتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔

طَلَبُ الْعِلْمِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةٍ نَافِلَةٍ ۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۵۸)

یعنی علم طلب کرنا نفلی نمازوں سے بہتر ہے۔

امام یحیٰی بن کثیر نے فرمایا۔

تَعَلُّمُ الْفِقْهِ صَلٰوةٌ وَدِرَاسَةُ الْقُرْاٰنِ صَلٰوةٌ ۔ (صفۃ ج ۴ ص ۵۸)

یعنی قرآن کی تعلیم وتدریس بھی عبادت ونماز ہے اور اس کے فقہ کی تعلیم وتلقین بھی ایک عبادت ونماز ہے۔

معلوم ہوا کہ اس دینی علوم وفنون کی مہارت اور شغل ومزاولت رکھنے والے ایک نمازی دعابد کے ثواب سے محروم نہیں ہوسکتے۔ ابو عمران موصلی سے کسی نے پوچھا کہ رات بھر کی عبادت اور حدیث کی کتابت ان دونوں میں سے کون سا عمل اچھا ہے؟ فرمایا!

كِتَابَةُ حَدِيْثٍ وَّاحِدٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ صَلٰوةِ اللَّيْلَةِ۔ (صفوۃ ج ۴ ص ۱۵۳)

یعنی ایک حدیث کا لکھنا میرے نزدیک پوری رات کی عبادت سے زیادہ محبوب وافضل ہے۔

پس جب علم حدیث حاصل کرنے والوں کے یہ مدارج ومراتب ہیں تو علمی سلسلہ میں مالی مساعدت کرنے والے حضرات کا اجر وثواب بھی بلند وبالا ہوگا۔

علمائے دین اور اکابر صوفیاء کا نقود وعطیات سے استغناء

اگرچہ ہم یہاں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ دور سلف میں اہل علم حضرات کے لئے امراء وسلاطین نے معقول وظائف وعطیات سے ہمیشہ مساعدت کی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کے تفصیلی واقعات آپ آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ لیکن تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ صدہا مشاہیر علماء وفضلاء اور محدثین نے دولتِ دنیا اور شاہی وظائف وعطیات پر ایک نظر بھی نہیں ڈالی۔ عام طور پر اس کے دو اسباب تھے۔

ایک تو یہ کہ وہ ذاتی طور پر ایسی وجہ معیشت رکھتے تھے کہ اپنی کمائی اور اپنی روزی سے بحسن وخوبی ان کا گذر ہوجاتا تھا۔ اور یا پھر وہ صاحب کمال اصحاب حضرات توکل، دولت قناعت اور زہد وریاضت سے اتنے مالامال تھے کہ خلفاء اور امراء کے عطیات اور وظائف ان کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ اور بعض حضرات کا یہ حال تھا کہ ان کا معاشی بار ان کے بھائیوں اور ان کے متعلقین نے اپنے ذمے لیکر دین کی خدمت کے لئے ان کو بے فکر بنا دیا تھا۔ ازاں جملہ یہ چند واقعات ملاحظہ فرماتے جائیں۔

۱۔ پہلی صدی ہجری کے اوائل میں حضرت سعید ابن المسیب پیدا ہوئے اور علم وفضل میں اس

قدر ممتاز ہوئے کہ امام المحدثین علی بن مدینی نے ان کی شان میں فرمایا۔

هُوَ عِنْدِىْ مِنْ اَجَلِّ التَّابِعِيْنَ ۔ (تذکرہ ج ۱ صلہ)

میرے نزدیک وہ کبار تابعین میں سے ہے۔

ان کی خدمت میں شاہی وظائف اور عطیات علمی قدر دانی کے طور پر پیش ہوتے رہے لیکن انہوں نے اپنی تجارتی فراوانی اور غناء کے سبب کبھی قبول نہ فرمایا۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں

كَانَ لَا يَقْبَلُ جَوَائِزَ السُّلْطَانِ وَلَهُ اَرْبَعُ مِائَةِ دِيْنَارٍ يَتَّجِرُ فِيْهَا بِالزَّيْتِ وَغَيْرِهٖ ۔ (تذکرہ ج ۱ صلہ)

یعنی شاہی عطیات کو قبول نہ فرماتے اور چار سو دینار جو ان کے پاس تھے اس سے تیل وغیرہ کی تجارت کرتے تھے۔

۲ر اسی طرح حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ بھی شاہی وظائف نہیں قبول فرماتے تھے۔ ایک بار خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ایک معقول عطیہ دینے کا ارادہ کیا اور ان سے کہا جو بھی فرمائے میں آپ کی ہر طلب کو پورا کروں گا۔ آپ نے کمال استغناء سے فرمایا۔

مَا سَاَلْتُ مَنْ يَّمْلِكُهَا فَكَيْفَ اَسْئَلُ مَنْ لَّا يَمْلِكُهَا ۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ صلہ)

یعنی حقیقی مالک الاسباب سے تو میں نے سوال ہی نہ کیا تو تم جیسے مجازی مالکوں سے کیا سوال کروں گا۔ (تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص۵۲)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ ان کا ذریعہ معاش تجارت ہی تھا۔

كَانَ يَشْتَرِىْ فِى السُّوْقِ وَيَتَّجِرُ ۔ (تذکرہ اول ص۸۳)

یعنی بازار میں سامان خرید کر اس کی تجارت کرتے تھے۔

۳ر قاسم بن مخیمرؒ محدث کوفہ کا ذریعہ معاش بھی تجارت تھا۔ (تذکرہ اول ص۱۱۵)

۴ر حضرت سفیان ثوری کا ذریعہ معاش تجارت بشکل مضاربت تھا۔ ایک شخص کو رقم دے دی تھی وہ اپنی محنت سے تجارتی کاروبار میں خرید و فروخت کرتا تھا اور آپ کو طے شدہ نفع کی رقم دے دیتا تھا۔ (تلبیس ابلیس لابن الجوزی)

۵ر امام بخاریؒ نے بھی ذریعہ معاش تجارت اور مضاربت کو قرار دیا تھا۔ نواب صدیق الحسن

خاں فرماتے ہیں کہ امام بخاری در غایت تمول بود بحالیکہ از میراث پدر بوے رسیدہ بود۔
(اتحاف النبلاء صـ۳۵۰) یعنی امام بخاری کو اپنے والد کے ترکہ سے کافی دولت ملی تھی۔

علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ امام بخاری اپنے علمی مشغلہ کے سبب اپنی دولت سے کوئی بھی تجارتی کام خود نہیں کر سکتے تھے بلکہ ایک رقم مضاربت پر لگا رکھی تھی۔ شریک تجارت آپ کو ایک طے شدہ حصہ منافع سے دیا کرتا تھا۔ اس طرح آپ کے تمام مصارف اس نفع سے نکلتے۔ (صفۃ ج ۴ صـ۱۴۳)
اور یہ رقم جو تجارت پر لگا رکھی تھی بڑی لمبی رقم تھی۔ تفصیل کے لئے مقدمہ فتح الباری کا مطالعہ لازم ہے۔ امام بخاری اپنی آمدنی سے پانچ سو درہم ماہوار غریب، طلباء اور محدثین پر صرف فرمایا کرتے تھے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری و مقدمہ فتح الباری)

۶۔ علامہ محمد بن نصر مروزی کا بھی ذریعہ معاش مضاربت ہی تھا۔ ذہبی نے آپ کا تعارف الامام شیخ الاسلام کے لقب سے کراتے ہوئے لکھا ہے۔

وَتِجَارَتُهٗ مَعَ مَضَارِبٍ لَّهٗ وَهُوَ يَشْتَغِلُ بِالْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ.

یعنی انہوں نے اپنے علمی مشاغل کو باقی رکھنے کے لئے اپنی رقم مضاربت پر لگا رکھی تھی۔ شریک تجارت کام کرتا اور یہ ہر قسم کی معاشی الجھنوں سے فارغ البال ہو کر علم و عبادت میں مشغول رہتے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ صـ۲۰۲)

۷۔ امام عبدالرحمٰن بن مہدی بڑے دولت مند محدثین میں سے تھے۔ ان کو اس عہد کے علماء دین و دنیا کا جامع انسان کہتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صـ۳۰۲)

۸۔ امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہؒ بڑے مالدار تھے اور شاہی عطیات کو قبول نہ فرماتے تھے۔ اپنے ریشمی کارخانہ کی وجہ سے اس قدر مالدار تھے کہ خود دوسروں پر خرچ کرتے تھے۔ علامہ یافعی نے لکھا ہے۔

وَلَا يَقْبَلُ جَوَائِزَ السُّلْطَانِ بَلْ يُنْفِقُ وَيُؤْثِرُ مِنْ كَسْبِهٖ. (مراۃ الجنان ج ۱ صـ۳۱۰ و تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صـ۱۵۸)

امام نووی لکھتے ہیں کہ مال تمام کا نفع جس قدر ہوتا اسے بالعموم مشائخ محدثین پر آپ صرف کر دیتے کپڑے اور دوسری ضروریات بھی بھیج دیتے اور دینار خرچ کے لئے دیتے اور فرماتے کہ انہیں اپنی

ضروریات میں صرف کرد۔ (تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۲۲۱)

۹ر امام لیث بن سعد بھی بہت بڑے رئیس محدث تھے۔ اور اپنی رقوم کو علماء فضلاء پر خرچ کرتے تھے۔ (تذکرہ اول ص ۲۰۷)

۱۰ر حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ علم وفضل میں شیخ الاسلام تھے اور اپنے شریک تجارت کو رقم مضاربت پر دے رکھی تھی۔ تمام اہل علم اور اہل حاجت پر خود خرچ کرتے تھے۔ کبھی شاہی وظائف کو قبول نہ فرمایا۔ (تذکرہ اول ص ۲۵۷)

اہل علم کی نفیس دعوتیں کرتے اور نقد عطیات کے ذریعے معقول امداد کرتے۔

(تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۷۷)

۱۱ر حافظ یعقوب بن شیبہ محدث کبیر ہونے کے ساتھ ساتھ رئیس اعظم تھے۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے۔

لَهٗ دُنْیَا وَّاسِعَةٌ وَّکَانَ فَقِیْهًا سَرِیًّا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۴۱)

یعنی علم فقہ کے ساتھ بڑی وسیع دولت کے مالک تھے۔

۱۲ر امام عبد الوہاب ثقفی محدث ہونے کے ساتھ مالدار بھی تھے۔ وظیفہ کیا لیتے خود علماء کو وظائف دیا کرتے تھے۔ (تذکرہ اول ص ۲۹۴)

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ محدثین کرام پر پچاس ہزار نقد سالانہ صرف فرمایا کرتے تھے۔

(تہذیب الاسماء جلد اول ص ۳۱۱)

۱۳ر ابو اسحاق مزاری ایک محدث کبیر ہیں اور بڑے دولت مند بھی ہیں۔ کبھی کسی وظیفہ کو قبول نہ فرمایا بلکہ خود علماء کی مدد کیا کرتے تھے۔ (تذکرہ اول ص ۲۵۲)

۱۴ر ایک محدث احمد بن مہدی ہیں۔ ان کے تذکرہ میں علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ علم وفضل کے ساتھ دولت مند بھی تھے۔ تین لاکھ درہم۔ پون لاکھ روپیہ۔ اہل علم پر آپ نے خرچ فرمایا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۸)

۱۵ر ایک عظیم الشان محدث، مفسر و مورخ امام محمد بن جریر طبری ہیں۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ انتہائی دولت مند تھے اور ذاتی استغناء کے سبب کبھی شاہی وظائف کو منظور نہ فرمایا

خلیفہ مکتفی باللہ نے ایک گراں قدر عطیہ پیش فرمایا۔ آپ نے اس کو رد کر دیا۔ (تذکرہ ج ۲ ص ۲۵۶)

۱۶ر الحافظ الکبیر محدث ابن خزیمہؒ متعدد اور مقبول تصانیف کے مصنف ہیں. بہت بڑے دولت مند تھے. علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ اہل علم کے وظائف اور اعانت میں روپیوں کو کوڑیوں کی طرح خرچ کرتے تھے۔ اور شاہی وظائف کو کبھی قبول نہ فرماتے. (تذکرہ دوم ص ۳۶۰)

۱۷ر امام ابو اسحاق نیشاپوری بھی دولت علماء میں سے ہیں. اہل علم اور دیگر ضعفاء اسلام پہ اکثر خرچ کیا کرتے تھے۔ (مرأۃ الجنان ج ۲ ص ۳۷۵)

۱۸ر امام ابوجعفر باقر دولت مند علماء میں سے تھے۔ امام ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الامام البشت حدالاعلام کے لقب سے کیا ہے. آپ کی داد و دہش کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ اہل علم حاجت مندوں کو خاص طور پہ پانچ سو سے لیکر ہزار درہم تک دیا کرتے تھے. (تذکرہ اول ص ۱۱۷)

ایک شخص نے اپنے آلام و مصائب اور بھائیوں کے مظالم کی وجہ سے تنگ دستی و مفلسی اور پریشانی کی شکایت آپ تک پہنچائی تو آپ نے ساتسو درہم کی تھیلی پیش کی اور فرمایا۔

فَاِذَا نَفِدَتْ فَاَعْلِمْنِیْ۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۶۳)

یعنی جب یہ ختم ہو جائے تو مجھے پھر مطلع کرنا۔

بعض محدثین ایسے بھی نظر آتے ہیں کہ ان کی ضروریات کی ذمہ داریاں اور معاشی اخراجات ان کے بھائیوں سے متعلق تھیں. چنانچہ امام شعبہ جن کو محدثین نے امیرالمؤمنین فی الحدیث کا لقب دیا ہے. اپنے معاشی مصارف کے سلسلے میں اپنے شاگردوں سے فرماتے ہیں۔

اِلْزَمُوا السُّوْقَ فَاِنَّمَا اَنَا عِیَالٌ عَلٰی اِخْوَتِیْ قَالَ مَا اَکَلَ شُعْبَةُ مِنْ کَسْبِهٖ دِرْهَمًا قَطُّ۔ (تذکرہ اول ص ۱۸۴)

یعنی آپ لوگ بازار کے تجارتی مشاغل سے تعلق رکھیں. میں تو اپنے بھائیوں کے لئے بمنزلہ ان کے آل اولاد کے ہوں۔ میرا گذر بسر انہیں کی آمدنیوں اور کمائیوں پر ہے۔ کیونکہ دنیوی کسب و تجارت میں مشغول رہ کر علمی مشاغل سرانجام نہ دے سکتے تھے جو اس معاشی بے فکری میں انجام دیتے گے۔

امام ابن تیمیہ کے متعلق نواب صدیق الحسن خاں صاحب نے لکھا ہے۔

برادرادقائم بہ مصالح او بود ۔ (اتحاف النبلاء ص ۲۰۲)

یعنی امام ابن تیمیہؒ کے بھائی ان کی ضروریات و حاجات کے کفیل تھے ۔

بہرحال ایسے اخوان اگر کسی کو میسر آجائیں اور معاشی بے فکری و خوش حالی پیدا کر دیں تو کیا خوب ۔ مگر افسوس کہ آج ایسے اخوان کہاں میسر ۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ۔

ہیچ رحمت نہ برادر بہ برادر دارد
ہیچ شفقت نہ پسر را بہ پدری بینم

زُہد و قناعت

جس طرح بعض محدثین و اکابر علماء اپنی دولت و ذاتی ثروت اور تجارت وغیرہ کی برکت کے سبب امراء اور خلفاء کے وظائف اور عطیات قبول نہیں کرتے تھے ۔ اسی طرح بعض اکابر اور فحول الرجال زہد و قناعت کے ایک ایسے اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ وہ شاہی وظائف اور امراء کے صلات اور ہدیہ جات سے من کل الوجوہ بے نیاز تھے ۔ وہ نذرانوں اور عطیات کی رقوم پیش کرنے والوں سے صاف صاف کہہ دیتے تھے کہ حسبی کسرتی و ملحی یعنی میرے لئے میرا نان و نمک کافی ہے ۔

بعض محدثین کرام نے اپنی خودداری اور بے نیازی کی شان میں درہم و دینار کی تھیلیوں کے لانے والوں سے صاف صاف کہہ دیا ۔

خُذْ خُذْ لَا حَاجَةَ لِيْ اِلَيْهَا ۔ اٹھالے جاؤ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے ۔

امام احمد بن حنبلؒ کے پاس ایک شخص نے چار ہزار درہم ساتحفہ پیش کیا اور یہ بھی لکھا کہ یہ صدقہ اور زکوٰۃ کی رقم نہیں ہے ۔ آپ اسے قبول فرمائیں ۔ آپ کے لئے ہدیہ روانہ ہے ۔ آپ نے پوری رقم واپس کر دی اور جواب میں صرف اس قدر لکھا کہ

نَحْنُ فِيْ عَافِيَةٍ ۔ (صفۃ الصفوۃ جلد ۲ ص ۱۹۴)

خدا کا شکر ہے کہ ہم بڑی اچھی حالت میں ہیں ۔

اسی طرح جعفر برمکی نے محدث کوفہ عیسےٰ بن یونس کو طلب کیا ان سے حدیثیں سنیں رخصت

ہونے پر ایک لاکھ درہم دینا چاہے۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور کہا یہ رقم مجھے طلب کرنے سے پہلے بطور ہدیہ بھیجا ہوتا تو قبول کر لیتا۔ لیکن اب تو ایک گھونٹ پانی بھی حرام سمجھتا ہوں۔ (فتح المغیث للسخاوی)

طبقہ سابعہ کے ایک محدث قبیصہ بن عقبہ ہیں۔ ایک بڑے امیرزادے اپنے خدام وحشم کے ساتھ ان کے دروازے پر آکر ٹھہرے۔ امیر کے خدام نے اطلاع دی کہ

اِبْنُ مَلِكِ الْجِبَالِ عَلَى الْبَابِ وَاَنْتَ لَا تَخْرُجُ

ایسے بڑے رئیس زادے حاضر ہیں اور آپ ملاقات کے لئے باہر نہیں نکلتے۔ یہ سن کر ایک روٹی کا ٹکڑا اپنی چادر میں چھپا کر باہر نکلے جب سامنا ہوا تو روٹی کے ٹکڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

مَنْ رَضِيَ مِنَ الدُّنْيَا بِهٰذَا مَا يَصْنَعُ بِابْنِ مَلِكِ الْجَبَلِ۔

جو ساری دنیا کے حظوظ ولذات چھوڑ کر صرف اس ٹکڑے پر خوشی سے گذر کر سکتا ہے۔ اس کو ملک الجبل سے کیا واسطہ ہے۔ (تذکرہ جلد اول ص ۳۴۰)

غرض مقام زاہدین وقانعین بہت بلند ہے۔ یہ حضرات سلاطین کے جوائز وعطیات کو دام مرغ تصور کرتے ہوئے زبان حال بلکہ اکثر زبان قال سے بھی کہتے ہیں۔

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ   کہ عنقا را بلند است آشیانہ

حضرت سفیان ثوریؒ کو خلیفہ ابوجعفر عباسی نے بلایا اور کہا حَاجَتَكَ یعنی اپنی کوئی حاجت بیان کرو۔

سید الزاہدین حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا اگر آپ میری حاجت وجاہت پوری کرنا چاہتے ہیں تو حَاجَتِيْ اَنْ لَّا تَدْعُوْنِيْ حَتّٰى اٰتِيَكَ۔ کہ مجھے نہ کبھی یاد کریں اور نہ بلائیں۔ بس یہ حاجت میری پوری کر دیجئے۔ (تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۱۲)

اس قسم کے واقعات پہلے سے ہیں۔ یہاں صرف اشارہ مقصود ہے تاکہ تصویر کا دوسرا رخ ناظرین کے سامنے رہے۔ بہر حال کچھ حضرات شاہی وظائف وعطیات کو ورع وتقویٰ اور توکل وقناعت کے سبب نہیں قبول کرتے تھے اور بعض حضرات تو اس دولت دنیا وعطیات امراء کی

کوئی حقیقت اس لئے نہیں سمجھتے تھے کہ اگر وہ چاہتے تو مٹی کا ڈھیلا ان کے لئے سونا بن جاتا اور وہ اسے اپنی ضروریات میں استعمال کرتے ۔ لیکن جب انہوں نے اپنے زہد و استغناء کے سبب دولت دنیا اور زراندوزی کو غیر ضروری ٹھہرا رکھا تھا تو کسی سلطان کے زر و جواہر کو وہ کس طرح خاطر میں لاتے۔

علامہ ذہبی نے ایک صاحب کرامت محدث کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ بڑے مستجاب الدعوات تھے ۔ ایک دن ان کے ایک رفیق جوان کی تنگ حالی سے واقف تھے ۔ محدث موصوف کی دعا میں مشغول ہونے کے وقت وارد ہوئے اور کہنے لگے کہ کاش آپ اللہ تعالےٰ سے اپنے لئے وسعت رزق کی دعا مانگ لیں ۔ ان کے مخلص رفیق کہتے ہیں کہ میری گذارش کو سن کر ادھر ادھر دائیں بائیں دیکھا ۔ جب کوئی دیکھنے والا نظر نہ آیا تو

فَاَخَذَ حِصَاۃً فَرَمٰی بِھَا اِلَیَّ فَاِذَا ھِیَ وَاللّٰہِ تِبْرَۃُ ذَھَبٍ مَارَأَیْتُ اَحْسَنَ مِنْھَا ۔ یعنی انہوں نے زمین سے ایک کنکری اٹھا کر میری طرف پھینک دی ۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک اعلےٰ قسم کا سونا ہے ۔ (تذکرہ اول صـ ۱۷۵)

اس کے بعد اس محدث نے اپنے رفیق سے کہا کہ تم اس سونے کو لے کر اپنے مصارف میں خرچ کرو ۔ میں نے تو اس دنیا کو بقدر ضرورت صرف فکر آخرت کے لئے تیار کیا ہے۔

اسی طرح ولی اللہ ابو ابراہیم بن ادھم کا واقعہ ہے کہ یہ صوفی باصفا جب امیر یعقوب کے پاس آئے تو اس نے اظہار مسرت اور تعظیم کے لئے ایک صد قیمتی جواہر اپنے خزانہ سے نکال کر نذر کے طور پر پیش کیا ۔ ابراہیم نے دریا کے ایک درخت پر نظر ڈالی ۔

فَاِذَا ھِیَ حَامِلَۃٌ جَوَاھِرَ تُدْھِشُ الْعُقُوْلَ فَدَھَشَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَعْقُوْبُ ۔ (مرأۃ الجنان جلد ۴ صـ ۴۸۴)

تو دیکھا یک وہ درخت قیمتی جواہرات سے لدا ہوا تھا جس سے امیر المومنین یعقوب متحیر ہو گیا ۔ تو ایسے اولیاء اور کاملین دنیوی دولت اور زر و جواہرات کے خزانوں پر کیوں کر نظر ڈال سکتے ہیں ۔ غرض کچھ حضرات کمال زہد و قناعت اور مقام فضل و ولایت پر فائز ہو جانے کے بعد وظائف و عطیات سے بے نیاز رہے اور کچھ حضرات اپنے کسب و تجارت اور مال و دولت کے سبب ذاتی طور پر مستغنی تھے اور کچھ حضرات اپنے بھائیوں کی اعانت و مساعدت کی وجہ

سے وظائف وعطیات سے بے فکر ہو کر علمی زندگی کے مشاغل میں مصروف تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ تمام علماء دین اور علماء سلف قناعت اور ولایت کے ایسے مقام رفیع پر فائز نہ تھے۔ اور نہ ان کی بیشتر تعداد مالداروں اور دولت مندوں پر ہی مشتمل تھی۔ اس لئے بہت سارے علماء علمی زندگی کی بقاء اور مشاغل علمیہ ودینیہ کے دوام اور سکون سے علمی کام کرنے کے لئے قبول وظائف وعطیات پر مجبور تھے۔

بلاشبہ علماء کے لئے معاشی بے فکری، اطمینان اور وظائف وعطیات کے ذریعہ خبر گیری اور اعانت ایک ضروری امر ہے کیونکہ علم کے فروغ وترقی کے لئے معاشی فارغ البالی ضروری چیز ہے۔

ذریعۂ معاش اور دولتِ دنیا کا مقام

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اخیر زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

لَا بُدَّ لِلنَّاسِ فِيْهَا مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيْرِ يُقِيْمُ الرَّجُلُ بِهَا دِيْنَهُ وَدُنْيَاهُ۔

یعنی اخیر زمانہ میں انسان کو درہم ودینار سے واسطہ رکھنا ضروری ہوگا تاکہ اس کے ذریعہ اپنے دین ودنیا کو سنوار سکے اور دونوں میں اعتدال پیدا کر کے زندگی گذار سکے۔

(معجم کبیر طبرانی بحوالہ منتخب کنز العمال ج ۱ ص ۱۹۶)

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔

دِيْنُكَ لِمَعَادِكَ وَدِرْهَمُكَ لِمَعَاشِكَ۔

یعنی دین سے تو آخرت سدھرے گی اور روپیہ سے تیری زندگی گذر سکے گی۔

(بیہقی منتخب الایمان از منتخب کنز اول ص ۱۹۷)

۳۔ حضرت سعد بن عبادہؓ فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ مَالًا اَسْتَعِيْنُ بِهٖ عَلٰى فِعَالٍ فَاِنَّهٗ لَا يُصْلِحُ الْفِعَالُ اِلَّا بِالْمَالِ۔ (صفۃ الصفوہ ج ۱ ص ۲۰۲)

اے اللہ مجھ کو مال عطا فرما تاکہ میرے جملہ کام درستگی اور خوب صورتی کے ساتھ ادا ہو سکیں۔ کیونکہ بغیر مال کے کوئی کام نہیں سنور سکتا۔

۴۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا۔

لَوْلَا الْمَالُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا الْاُمَرَاءُ۔ (مشکوٰۃ)

اگر اہل علم کے پاس مال نہ ہو تو امراء ان کو وسعت مال بنالیں گے۔ اگرچہ کلیۃ ایسی مداہنت ضروری ہے۔

سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ محبوب ہے کہ میرے پاس دس ہزار روپے ہوں اور میں اس کا حساب دوں اس کے مقابلہ میں کہ میں محتاج ہو کر زندگی گذاروں۔ (تقدمہ ص ۹۰)

۵۔ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اہل علم کے لئے تین چیزیں از حد ضروری ہیں (۱) ذلاوت فہم (۲) طویل وتندرست زندگی (۳) دولت مندی۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲)

۶۔ حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا۔

لَيْسَ مِنْ حُبِّ الدُّنْيَا طَلَبُكَ مَالَا بُدَّ مِنْهُ۔ (صفۃ الصفوہ ج ۲ ص ۱۳۱)

یعنی بقدر ضرورت طلب وکسب کرنا دنیا کی مذموم محبت میں داخل نہیں ہے۔

۷۔ بکر بن عبد صنعانی کہتے ہیں کہ میں مالک بن انس کی خدمت میں حاضر تھا وہ ہمیں بعض بعض احادیث ربیعہ بن الرافع کے واسطہ سے بیان کرتے تھے تو ہم نے ان سے ربیعہ کی اور حدیثوں کے سننے کا شوق ظاہر کیا۔ امام مالک نے چند حدیثیں ان کے واسطہ سے اور سنائیں۔ ایک دن امام مالک ہمارے اشتیاق کے پیش نظر کہنے لگے۔ اگر تم ربیعہ سے ملنا چاہتے ہو تو دیکھو وہ فلاں طاق کے پاس سوئے ہوئے ہیں۔ ہم لوگ ربیعہ کے پاس حاضر ہوئے ہم نے پوچھا کیا آپ کا اسم گرامی ربیعہ ہے!

فرمایا ہاں۔

ہم نے پھر پوچھا اَنْتَ الَّذِىْ يُحَدِّثُ عَنْكَ مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ۔ کیا آپ ہی ہیں وہ ربیعہ جن سے امام مالک حدیثیں بیان کرتے ہیں؟

فرمایا ہاں۔

ہم نے پھر پوچھا کَیْفَ حَظِیَ بِكَ مَالِكٌ وَاَنْتَ لَمْ تَحْظَ بِنَفْسِكَ ۔ یعنی امام مالک آپ ہی سے حاصل کر کے اس درجہ شہرت و امتیاز پر ہیں ۔ اور آپ کیوں شہرت و امتیاز حاصل نہ کر سکے ۔ اور گم نام و غیر معروف رہ گئے؟

جواب میں فرمایا اَمَا عَلِمْتُمْ اَنَّ مِثْقَالًا مِّنْ دَوْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ حَمْلِ عِلْمٍ ۔ (مرأۃ الجنان ج ۱ ص ۲۸۴)

کیا تم نہیں جانتے کہ دولت کا ایک مثقال یعنی تھوڑا سا مال علم کے ایک بڑے بوجھ سے بہتر ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ امام مالک کی شہرت اور عظمت کے لئے ایک بہت بڑی چیز ان کی دولت مندی ہے ۔ پس اگر کسی انسان کو علم کے ساتھ دولت بھی حاصل ہو تو اس کی رفعت و عظمت مفلس اور غریب عالم کے مقابلہ میں قدرتاً بلند و ممتاز مانی جاتی ہے ۔

۸ ۔ علم کے لئے سکون اور اطمینان اور معاش کی جانب سے بے فکری کی بڑی ضرورت ہے ۔ کم چہ خورد بامداد فرزندم کا منظر اگر پیش رہا تو کوئی علمی خدمت انجام پذیر نہیں ہو سکتی ۔ امام شافعیؒ نے خود اپنے متعلق فرمایا ۔

لَوْ كُلِّفْتُ بِصَلَةٍ مَا عَرَفْتُ مَسْئَلَةً ۔

اگر مجھے ایک پیاز کے لئے تردد کرنا پڑتا تو ایک مسئلہ کی بھی معرفت مجھے حاصل نہ ہو سکتی ۔

بہر حال اہل علم کے لئے فارغ البالی اور بے فکری از حد ضروری ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر نے نصیحت فرمائی تھی ۔

يَا مُوسٰى تَفَرَّغْ لِلْعِلْمِ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُهُ فَاِنَّ الْعِلْمَ لِمَنْ تَفَرَّغَ ۔ (منتخب کنز ج ۴ ص ۳۰۱)

یعنی اے موسیٰ اگر تم حصولِ علم کا ارادہ رکھتے ہو تو علمی زندگی کے لئے ہر طرح سے فارغ ہو جاؤ ۔ کیونکہ علم کا کمال صرف اس کو حاصل ہو سکتا ہے جو علم کے لئے اپنی زندگی کو تمام دیگر مشاغل سے فارغ کر لے اور یہ فراغ خاطر دو ہی صورتوں میں حاصل ہو سکتا ہے ۔ یا ذاتی طور پر وہ متموّل و صاحب ثروت ہو جو وجہ معاش کے لئے اس طرح کافی ہو کہ اس میں

انتظامی ترددات نہ کرنے پڑتے ہوں ۔

امام محمد بن حسن شیبانی فرمایا کرتے تھے ۔

لَا تَسْأَلُوْنِیْ حَاجَةً مِّنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا تَشْغَلُوْا قَلْبِیْ وَخُذُوْا مَا تَحْتَاجُوْنَ اِلَیْهِ مِنْ وَّکِیْلِیْ فَاِنَّهٗ اَقَلُّ لِهَمِّیْ وَاَفْرَغُ لِقَلْبِیْ ۔

یعنی دنیوی ضروریات و مسائل میں مجھے مت مخاطب کرو ۔ بلکہ میرے پرائیویٹ سیکرٹری سے اس قسم کی تمام ضروریات حاصل کی جائیں تاکہ مجھے پوری طرح سکون رہے اور اگر یہ نہ ہو تو امراء ملت یا مرکزی ادارے انفرادی یا اجتماعی طور سے ایسے اصحاب علم کی پوری پوری مساعدت کریں جو اپنی زندگی کو دینی مطالعہ اور دینی لٹریچر اور علمی مضامین و مقالات کی تحریر و تیاری میں مصروف رکھتے ہوں ۔

(تہذیب الاسماء للنووی ج ۱ ص ۸۲)

تصویر کا ایک اور پردہ

بے شک آئمہ عظام کا زہد و قناعت اور معرفت و ولایت بھی ایک ارفع چیز ہے لیکن وجہ معاش کا ظاہری نظم و نسق ان حضرات کا بھی قائم تھا ۔ البتہ طلب زر کی مزید ہوس نہ تھی ۔ اور وجہ کفاف ملنے کے بعد خلفاء کے عطیات سے کمال استغناء رکھتے تھے ۔

ا ر چنانچہ حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ کے زہد و قناعت میں آئمہ تاریخ لکھتے ہیں کہ آپ سے خلیفہ نے خانہ کعبہ میں بوقت ملاقات کہا کہ اگر کوئی ضرورت ہو تو فرمائیے پوری کر دوں ۔ آپ نے فرمایا دنیا کی حاجت مانگوں یا آخرت کی ۔ خلیفہ نے کہا دنیا کی ۔ فرمایا میں نے دولت دنیا تو اس سے نہیں مانگی جو دنیا کا حقیقی مالک ہے تو پھر اس سے کیا مانگوں جس کی ملکیت میں حقیقتاً کچھ نہیں ۔ (صفۃ الصفوہ ج ۲ ص ۵۲)

ارباب سیر و تاریخ عموماً ایک پہلو کو روشن کرتے ہیں اور دوسرا پہلو کہ بیت المال سے حضرت سالم بن عبد اللہ کا وظیفہ مقرر تھا اور وہ اتنا ہوتا تھا کہ ان کی ضروریات سے وہ عطیہ بچ رہتا ۔ عموماً صرف نظر کر جاتے ہیں ۔ لیکن مؤرخ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ جب آپ کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تو اس سے اگر کچھ قرض ہوتا اسے پہلے ادا کرتے پھر ضرورت مند عزیزوں

میں خرچ کرتے۔ اور حسبِ ضرورت اہل و عیال کے خرچہ کے لئے رکھتے اور باقی ماندہ پر لکھ دیتے کہ یہ حج عمرہ کے لئے ہے انشاء اللہ۔ (ابن عساکر ج ۷ ص ۵۲)

اس کے علاوہ تجارت بھی کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۸۳)

۲۔ مشہور ہے کہ امام فضیل بن عیاض زہد و قناعت میں اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اور شاہی عطیات کو مشکوک و مشتبہ سمجھ کر قبول نہیں کرتے تھے۔ لیکن حضرت عبد اللہ بن مبارک کے گراں قدر عطیات کو بلا تکلف قبول فرماتے رہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۲۷)

۳۔ اسی طرح امام طاؤس بن کیسان یمنی کا زہد و قناعت مشہور ہے کہ یمن کے گورنر کے عطیات کبھی قبول نہیں کئے۔ (احیاء العلوم ج ۲)

لیکن یہ دوسرا پہلو اکثر تذکرہ نگار نہیں لکھتے کہ امام صاحب بہت بڑے زمیندار بھی تھے آپ کی زمین کی بٹائی سے کافی غلہ گھر بیٹھے ملتا تھا۔

۴۔ اسی طرح امام ابو الاحوص بھی عموماً خلفاء و سلاطین کی رقوم کو قبول نہیں کرتے تھے لیکن جن امراء اسلام پر اطمینان تھا ان کے عطیات کو قبول خاطر رکھا۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۴ ص ۱۲۱)

۵۔ ابراہیم حربی کے زہد و قناعت کے واقعات مشہور عالم ہیں۔ آپ شاہی عطیات اور خلفاء کے ہدایا و رقوم کو بلاشبہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ لیکن اطراف کے دیگر اصحابِ خیر کے ہدایا و رقوم کو قبول فرماتے رہے۔ (تاریخ بغدادی ج ۵ ص ۳۳)

غرض اس قسم کے واقعات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ علماء سلف زیادہ تر شاہانِ وقت کی رقوم سے بے زاری و استغناء رکھتے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ وجہ معاش کے لئے بیت المال سے وظائف و عطیات اور دیگر امراء اسلام کے ہدایا و تحائف کا سلسلہ قائم تھا۔ پس یہ حضرات جن کے وظائف مقرر تھے اور تجارت وغیرہ بھی کرتے تھے۔ اگر انہوں نے شاہانِ اسلام سے مزید طمع نہیں کیا اور باوجود ترغیب و تحریص کے زہد و قناعت اختیار کیا تو دورِ سلف میں یہ کچھ محل تعجب نہیں ہے۔ لیکن آج کے دور میں جب کسی اہل علم کے لئے بیت المال سے وظیفہ کے نام سے ایک کوڑی کا بھی سلسلہ نہیں۔ ہدایا و تحائف بھی عنقا ہیں تو امراء ملت پر ان کی معاشی بے فکری اور فراغ خاطر کے لئے نظم اوقات کی سعی لازم ہوگی۔ معاش سے پریشانی عالم اور

دولت دنیا میں مبتلا رہنے والا مفکر کوئی بھی علمی کارنامہ انجام نہ دے سکے گا۔

اعلام

اب آپ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور آئمہ سلف کے ان واقعات کو ملاحظہ فرمائیں جن میں ان کے عطیات وہدایا کے لینے کا بیان ہے یا ان کے لینے اور دینے کے دونوں تذکرے ہیں۔

دینی معلّمین و مبلّغین کے سیّد الطائفہ و سیّد الانبیاء کا ذکر خیر

ار اب سب سے پہلے بطور تبرک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس مالی خدمت کے ذکر سے ابتدا کرتا ہوں کہ انہوں نے کس طرح نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر اور تعلیمی وتبلیغی مشن کی تکمیل وتنفیذ کے سلسلہ میں اپنے دام ودرم کو صرف کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فدائیانہ محبت رکھتے تھے۔ جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ملک شام کے سفر پر گئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک خاص قسم کی روٹی اور روغن زیتون کو ناشتہ کے لئے اور حضرت بلال کو کرایہ پر لے کر آپ کی خدمت کے لئے ساتھ بھیج دیا تھا۔ (ازالۃ الخفاء در فضائل ابوبکر)

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ۔

یعنی جس قدر مجھے ابوبکرؓ کے مال سے فائدہ پہنچا ہے اور کسی کے مال سے اس قدر مجھے فائدہ نہیں پہنچا ہے۔

چنانچہ سفر ہجرت میں خرچ کے لئے اپنے گھر کا کل مال حضرت ابوبکرؓ اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر کا بیان ہے کہ

اِحْتَمَلَ اَبُوْبَکْرٍ مَالَہٗ کُلَّہٗ مَعَہٗ خَمْسَۃَ اٰلَافِ دِرْھَمٍ اَوْسِتَّۃَ

اَلْاُفِ دِرْھَمٍ۔

یعنی پانچ ہزار درہم یا چھ ہزار درہم جتنا بھی تھا سب حضرت ابوبکر اس سفر میں اخراجات کے لئے اپنے ساتھ اٹھالے گئے تاکہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اخراجات سفر اور ضروریات کے سلسلہ میں کچھ بھی پریشانی نہ ہو۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۷) وکتاب الاعتصام للشاطبی ج ۱ ص ۲۶۷)

حضرت عمرؓ راوی ہیں۔

اَسْلَمَ اَبُوْبَکْرٍ وَلَہٗ اَرْبَعُوْنَ اَلْفًا اَنْفَقَھَا کُلَّھَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یعنی حضرت ابوبکرؓ جب مسلمان ہوئے تو ان کے پاس چالیس ہزار روپیہ تھا جو تمام کا تمام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور ان کی ضروریات پر صرف کر دیا۔ (استیعاب ج ۱ ص ۲۳۱، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۳)

ایک بار کلمہ اسلام کی سربلندی اور اخراجات جہاد کے لئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی نے سارا اثاثہ ہی حاضر کر دیا تھا۔ اور اسی طرح دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی بقدر وسع زیادہ سے زیادہ پیش کرنے کو سعادت سمجھا تھا۔ بہرحال مدعا عرض یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس صفات کے لئے صحابہ کے نقد وجنس کے عطیات وتحائف کا سلسلہ جاری تھا۔ چند ایک واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ تین دن مسلسل گذر گئے اور کھانا میسر نہ ہوا چوتھے دن مجھ سے پوچھا کہ کچھ تحفہ کہیں سے آیا ہے؟ میں نے کہا نہیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل گئے اور دعا میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں حضرت عثمانؓ ہمارے پاس اجازت لے کر حاضر ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال پوچھا۔ میں نے صورت حال ان سے بتادی وہ رونے لگے اور کہنے لگے کیا میں اس لائق نہ تھا کہ آپ کی اس تکلیف میں کچھ کام آسکتا۔ آپ نے نہ مجھ سے ذکر کیا اور نہ عبدالرحمٰن بن عوف سے اور نہ ثابت بن قیس سے۔ یہ کہہ کر آپ اپنے مکان پر گئے اور وہاں سے ایک اونٹ پر آٹا، ایک اونٹ پر کھجور ایک اونٹ

پر گیہوں لادکر اور تین سو درہم نقد تھیلی میں رکھ کر ہمارے پاس اپنے خاص آدمی کے ذریعہ بھیج دیا اور پھر خود بھی آئے۔ اور کہنے لگے کہ اس کے پکانے میں دیر لگے گی۔ اب میں کچھ تازہ کھانا لے آتا ہوں۔ چنانچہ بہت سی روٹیاں اور سالن لے کر وہ آپہنچے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کچھ دیر بعد مسجد سے میرے حجرہ میں تشریف لائے اور پوچھا کہ کہیں سے کچھ کھانا آیا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ حضرت عثمانؓ نے نقد و جنس اس قدر پیش کیا اور یہ کھانا بھی لائے ہیں اور یہ قسم دے گئے ہیں کہ جب کبھی کوئی ضرورت ہو تو مجھے فوراً اطلاع کیجئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ سنکر مسجد پلٹ گئے اور وہاں یہ دعا کرنے لگے۔

اَللّٰهُمَّ رَضِيْتُ عَنْ عُثْمَانَ فَارْضَ عَنْ عُثْمَانَ ۔ یعنی اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی عثمان سے راضی ہوجا۔ {منتخب کنز العمال ج ۵ ص۱۳}

اس واقعہ سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زہد و ریاضت اور توکل علی اللہ کا جہاں ثبوت نکلا وہاں صحابہ کرام کی فیاضی اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کو وجہ سعادت اخروی سمجھنے کا بھی حال معلوم ہوا۔ صحابہ کرام میں عام طور پر یہ جذبہ عام تھا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت مبارکہ میں اپنی چھوٹی بڑی چیزیں تحفہ و ہدیہ کے طور پر پیش کرتے تھے۔

اصحاب نبیؐ کے تحائف و ہدیہ جات

۱۔ ایک بار حضرت حسن وحسین بھوک سے پریشان تھے۔ آں حضرتؐ نے ان کی بے تابی کو دیکھ کر فرمایا کہ کوئی بھائی ہم سے حسن سلوک کر سکتا ہے! یہ سننے کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن بن عوف اٹھے اور میدہ و روغن زیتون کا ایک پیالہ لے کر حاضر ہوئے۔ آں حضرتؐ نے ان کے لئے دعاء فرمائی۔ كَفَاكَ اللّٰهُ۔ اللہ تجھے کفایت فرمائے۔ (منتخب کنز العمال ج ۵ ص۸)

۲۔ حضرت انس کہتے ہیں۔

اَهْدَيْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ طَوَائِرَ فَاَطْعَمَ خَادِمَهُ طَائِرًا ۔ (مسند احمد ج ۳ ص۱۶۸)

یعنی ایک بار حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین پرندوں کا تحفہ پیش ہوا تو

اس میں سے ایک پرندہ آپ نے اپنے خادم کو دے دیا۔

۳ر حضرت ابو طلحہؓ نے خرگوش کا شکار کیا تو اس میں سے ایک ران حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفہ بھیجا اور آپ نے اسے قبول فرمایا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲)

کبھی کبھی آپ نے بے تکلفی سے خود بھی گوشت طلب فرما لیا ہے۔

۴ر ضباعہ بنت الزبیر کے یہاں بکری ذبح ہوئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس گوشت کے لئے قاصد بھیجا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ صرف گردن کا گوشت رہ گیا ہے فرمایا وہ ٹکڑا بھی اچھا ہے۔ ضباعہ نے فوراً ہدیہ کیا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۶۱)

۵ر اسی طرح آپ نے ایک آزاد کردہ غلام سے گوشت کا ایک دست طلب فرمایا۔ (مسند احمد ص ۳۹۲)

۶ر ایک بار حضرت جویریہ کی لونڈی کو کچھ گوشت ملا تھا آپ نے اس میں سے طلب فرمایا تھا۔ (مسند احمد ص ۳۴۰)

۷ر ایک بار حضرت بریرہ کی لانڈی کا گوشت طلب کیا۔ لَکِ صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ کا واقعہ معروف ہے۔ اس نے فوراً ہدیہ کیا۔

۸ر حضرت دحیہ کلبیؓ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام سے آیا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خشک میوہ جات، پستہ بادام وغیرہ کا تحفہ لے کر آیا۔ اور آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فوراً اسے قبول فرمایا۔ (منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۲۱۴)

۹ر حضرت قیس بن سعد نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سواری کے لئے ایک گدھا پیش کیا اور کہا کہ یہ آپ کے لئے میری طرف سے تحفہ ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۷)

۱۰ر بنت عفراء ایک صحابیہ ہیں۔ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھجوروں کا تحفہ پیش کیا تو آپ نے اسے قبول فرمایا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۶)

۱۱ر حضرت حازم بن خزام کہتے ہیں کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس شکار کا گوشت لے کر حاضر ہوا تو آپ نے اسے قبول فرمایا۔ اور مجھے ایک کمربند عنایت فرمایا۔ (منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۱۶۵)

۱۲۔ حضرت عائشہ رضؓ نے اپنے انصاری پڑوسیوں کی تعریف میں فرمایا۔

كَانَتْ لَنَا جِيرَانٌ مِنَ الْاَنْصَارِ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا كَانَ لَهُمْ شَيْءٌ مِنْ لَبَنٍ يَهْدُوْنَ مِنْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

یعنی یہ ہمارے انصار پڑوسی اپنے دودھ کا تحفہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۰)

۱۳۔ امام بخاریؒ نے نقل فرمایا ہے کہ صحابیہ عورتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں گھی کھجور، پنیر وغیرہ کا ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۵)

۱۴۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام عموماً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھانا، گوشت وغیرہ سب قسم کی چیزیں تحفہ بھیجا کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۳۱)

۱۵۔ حضرت سعدؓ بن عبادہؓ اپنے پیالہ میں از قسم سالن یا دودھ کا تحفہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بھیجا کرتے۔ ان کا دستور یہ تھا کہ جب بیوی کے یہاں آپ کے قیام کی باری ہوتی اس بیوی کے یہاں اپنا ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ (صفۃ الصفوہ ج ۱ ص ۲۰۲)

اور ثرید و سالن اور دودھ کا یہ تحفہ روزانہ بھیجتے رہے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیت الجود کا لقب دیا تھا۔ (تہذیب الدریا ج ۱ ص ۲۱۲)

۱۶۔ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو ہر ایک نے اپنے حسب وسعت ہدیہ جات و تحائف کو پیش کیا تو حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم حضرت انسؓ کو لے کر آئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ! انصار کے سب مرد عورتوں نے آپ کے پاس اپنے اپنے تحائف کو پیش کیا ہے لیکن میں کچھ بھی آپ کی خدمت مبارک میں نہ لا سکی۔ پس میری طرف سے میرے لڑکے کو ہدیہ میں قبول فرمالیں اور اس سے جو بھی کام اور جو جو خدمات ہوں لیا کریں۔ (منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۱۴۲)

۱۷۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے ایک بار ساقی گھی کا تحفہ پیش کیا تھا۔ (سیرت عمر لابن جوزی ص ۱۲۵)

۱۸۔ حضرت تمیم داریؓ نے ایک اعلیٰ درجہ کا گھوڑا ورد نامی بطور تحفہ پیش کیا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۹۴ و تہذیب الاسماء جلد اول ص ۳۶)

۱۹۔ حضرت سعب بن جثامہ لیثی نے حمار وحشی کے شکار کا گوشت تحفۃً بھیجا۔
(صحیح بخاری جلد اول ص ۲۴۶)

۲۰۔ حضرت ابوسفیانؓ بن حرب نے سرکہ و اچار وغیرہ کا تحفہ بھیجا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا۔ (سنن کبرٰی بیہقی ج ۱ ص ۲۱۵)

۲۱۔ فروہ بن نفاثہ نے ایک خوبصورت خچر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لئے تحفہ بھیجا۔ آپ اس پر سوار ہوکر غزوہ حنین میں تشریف لے گئے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۷۹)

والیانِ ملک کے تحائف وہدیہ جات

۲۲۔ اَهْدٰى اُكَيْدِرُ دُوْمَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً فَاَعْجَبَ النَّاسُ حُسْنُهَا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۔ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۲۵)

یعنی دومۃ الجندل کے رئیس اکیدر نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قیمتی جوڑا بھیجا جس کی خوبصورتی اور سجاوٹ کو صحابہ کرام نے بہت پسند کیا۔

بیہقی میں اتنا زائد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو استعمال بھی فرمایا تھا۔
(بیہقی جلد تاسع ص ۲۱۵)

۲۳۔ ایک بار اسی اکیدر نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں ایک بڑا مٹکا مَن کا بھیجا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں تمام نمازیوں کو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے تقسیم کر دیا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۲)

نوٹ۔ مَن ترنجبین کا نام ہے جو مصری کی طرح منجمد ہوتی ہے مگر ملائم رہتی ہے۔

۲۴۔ ایک بار اسی امیر نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قیمتی حلہ بھیجا حضرت انسؓ اس کی قیمت کے متعلق یہ اطلاع دیتے ہیں۔

قَدْ اَخَذَهَا بِثَلَاثَةٍ وَّثَلَاثِيْنَ نَاقَةٍ۔

یعنی امیر نے اس حلہ کو ۳۳ ناقہ کے عوض خرید کر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفۃً بھیجا۔

۲۶۔ ایک بار حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک امیر کی طرف سے بہت سی قبائیں تحفہ میں آئیں جن میں سنہری گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں تقسیم فرما دیں۔ (مسند احمد ج ۴ صـ۳۲۸)

۲۷۔ امیر فروہ بن عمرو جذامی نے بھی ایک گھوڑا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ بھیجا تھا جس کا نام طراب تھا۔ (تہذیب الاسماء ج ا صـ۳۶)

۲۸۔ والی ایلہ نے اپنے سفیر مملکت کے ذریعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا ایک عریضہ بھیجا اور ایک خچر ہدیہ کیا۔ (منتخب کنز العمال ج ۴ صـ۲۱)

۲۹۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ والی ایلہ نے یوحنا بن روبہ سے ایک سفید خچر بھی دیا تھا جو غزوہ تبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تھا۔

۳۰۔ شاہ حبشہ نجاشی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دو کالے اور سادے چرمی موزوں کو ہدیہ بنا کر روانہ کیا۔ آپ نے ان کو استعمال فرمایا اور ان پر مسح کیا۔ (مسند احمد ج ۵ صـ۳۵۲)

۳۱۔ اسی طرح شاہ حبشہ نے ایک بار تین نیزے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تحفہ بھیجے۔ آپ نے قبول فرما کر ان میں سے ایک نیزہ حضرت عمرؓ اور ایک حضرت علیؓ کو دیا اور ایک اپنے پاس رکھا جس کو عید گاہ میں حضرت بلال لے جا کر نصب کیا کرتے تھے۔ (منتخب کنز العمال ج ۵ صـ۱۵۰)

۳۲۔ فدک کے رئیس نے چار اونٹوں پر کپڑا وغیرہ سامان بار کرکے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں تحفۃً بھیجا اور اونٹوں کو بھی تحفہ میں شامل کر دیا۔ (بیہقی جلد تاسع صـ۲۱۰)

۳۳۔ ایک رئیس نے نیلگوں رنگ کے دو مینڈھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ہدیہ کیا۔ (بیہقی جلد ۹ صـ۲۷۲)

۳۴۔ شاہ اسکندریہ مقوقس نے ماریہ قبطیہ اور ان کی بہن شیریں کو حسان شاعر کو انعام میں دے دیا۔ (استیعاب ج ا صـ۲۵، تہذیب الاسماء ج ا صـ۳۴)

۳۵۔ اسی طرح مقوقس نے ایک گھوڑا بھی ہدیہ کیا تھا جس کا نام لزاز تھا۔ (تہذیب الاسماء للبخاری ج ا صـ۳۶)

۳۶۔ اسی طرح مقوقس شاہ اسکندریہ مصر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کانچ کا ایک خوب صورت پیالہ بھیجا تھا جس میں آپ پانی پیا کرتے تھے۔

(الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام ج ۲ صـ ۱۲۴)

۳۷۔ اسی طرح ایک عیسائی راہب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں سندس کا ایک جبہ ملک شام سے تحفہ کے طور پر بھیجا۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اسے استعمال فرمایا پھر آپ نے حضرت عمرؓ کو بھیجا اور فرمایا۔

تُرْسِلُ بِهَا اِلٰی اَرْضِ فَارِسَ فَتُصِیْبُ بِهَا مَالًا۔ (مسند احمد ج ۳ صـ ۳۴۷)

کہ فارس میں بھیج کر اس کے اچھے دام حاصل کر سکتے ہو۔

سندس ریشم کے نہایت بیش قیمت اور نازک کپڑے کو کہتے ہیں۔ (نہایہ لابن اثیر)

۳۸۔ مروہ بن عامر نے ایک سفید خچر ہدیہ کیا تھا۔ (تہذیب الاسماء ج ۲ صـ ۵)

امام نووی نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں اور سو بکریاں بھی رہتی تھیں۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ صـ ۳۷)

ان چند واقعات کے عرض کرنے کا مقصد اس قدر ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات خاص کے لئے صحابہ کرامؓ سعادت سمجھ کر اپنے اموال نقد وجنس ودیگر اشیاء کو تحائف و ہدیہ جات بنا کر پیش کرتے تھے لیکن مستقل طور پر معاشی ضروریات کے لئے اراضی خیبر کی پیداوار کے ذریعے انتظام تھا۔ امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ خیبر کے یہودیوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیداوار کے متعلق یہ طے کیا تھا کہ کھجور اور جَو وغیرہ کی جملہ پیداوار میں نصف یہودی کسان کو ملے گا اور نصف حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں آئے گا۔

(بخاری جلد ۱ صـ ۳۱۳)

اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ خیبر کی کل پیداوار کس قدر تھی اس سلسلہ میں علامہ ابوعبید قاسم بن سلام نے لکھا ہے کہ چالیس ہزار وسق غلہ خیبر کی کل پیداوار تھی۔ (کتاب الاموال صـ ۸۶)

علامہ محمد حامد فقیتی نے کتاب الاموال کی تعلیق میں چالیس ہزار وسق کی تصریح کی ہے۔

(تعلیق کتاب الاموال صـ ۸۶) اب حساب دیکھئے کہ ایک وسق چار من گیارہ سیر چھٹانک انگریزی

سیر کے برابر ہے۔ اور پانچ وسق ۱۲ من ۲۰ سیر کے برابر ہے۔ اس لئے چالیس ہزار وسق کا غلہ ایک لاکھ ۷۲ ہزار من ہوا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح خرچ فرماتے تھے۔ ابن سید الناس کی سیرت میں ہے۔

فَجَزَّأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ جُزْأَيْنِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَجُزْءًا نَفَقَةً لِاَهْلِهِ وَمَا فَضَلَ عَنْ نَفَقَةِ اَهْلِهِ جَعَلَهُ بَيْنَ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ۔ (ایضًا ابوداؤد)

یعنی اس غلہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تین برابر حصوں میں تقسیم فرماتے۔ دو حصے عام مسلمانوں میں تقسیم فرماتے اور ایک حصہ اپنے اہل وعیال اور بیویوں امہات المؤمنین کے رکھ لیتے اور پھر اس گھریلو اخراجات سے بھی جو بچ رہتا اس کو مہاجرین کے حاجت مندوں میں تقسیم فرماتے۔

اس حساب کی روشنی میں نصف غلہ ۸۶ ہزار من ہوا۔ دو حصہ مفاد اسلام میں نکل جانے کے بعد ۲۸⅔ ہزار من غلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل وعیال کے خرچ کے لئے رکھتے تھے لیکن اس میں ازواج کو کس قدر دیتے تھے۔ اس کے متعلق بخاری شریف میں ایک تصریح اس طرح موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ اَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ زَرْعٍ اَوْ ثَمَرٍ وَكَانَ يُعْطِي اَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ۔

(بخاری شریف کتاب المزارعت جلد اول ص ۳۱۳)

اسی طرح امام بیہقی نے بھی تصریح کی ہے کہ خیبر کے غلہ سے سو وسق کا غلہ چار سو بیس من (۴۲۰) ہوا آیا۔ ایک آدمی کی سالانہ خوراک دس من پختہ دال چاول سمیت مانا گیا ہے۔ اس لحاظ سے تنگی کا تصور نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ عام طور پر امہات المؤمنین میں سخاوت و انفاق کا جذبہ غالب تھا اس لئے بسا اوقات خرچہ ختم ہو جاتا اور فقر و فاقہ کی نوبت بھی آجاتی تھی۔

اصحابِ صُفّہ

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے علمی زندگی گذارنے والے طالب علموں کے رہنے سہنے کھانے پینے

کا نظم ونسق قائم فرمایا اور ان کے پڑھنے پڑھانے اور لکھنے لکھانے کا ڈھنگ سکھانے کے لئے بھی انتظام فرمایا۔ تعلیمی سلسلہ اصحاب صُفّہ تک ہی کچھ محدود نہ تھا۔ مختلف مقامات پر اہل علم کو بھیجا کرتے کہ وہ علم دین کو رائج کریں۔ چنانچہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کو اہل نجران کا حاکم بنا کر بھیجا تو ان کو یہ بھی تبلایا کہ

لِيُفَقِّهَهُمُ الدِّيْنَ وَيُعَلِّمُ الْقُرْاٰنَ . (بخاری کتاب الفرائض ص۲۷)

یعنی تمہارا ایک مقصد یہ بھی ہونا چاہیئے کہ قرآن پڑھاؤ اور دینی مسائل لوگوں کو سمجھاؤ۔

اسی طرح اصحاب صُفّہ کے لکھانے پڑھانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہ پڑھ لکھ کر تعلیم دین کو وسعت دے کر عوام تک پہنچائیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دینی تعلیمات کے علاوہ ان حضرات کو لکھنا بھی سکھایا اور ایک خوشخط صحابی حضرت عبداللہ بن سعید بن العاص کو حکم دیا کہ وہ مستقل طور پر ان حضرات کو لکھنا سکھائیں۔ ابن عبدالبر کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔

اُمَرَہٗ اَنْ يُّعَلِّمَ الْكِتَابَ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ كَاتِبًا مُّحْسِنًا ۔

(استیعاب جلد اول ص۳۱۸)

یعنی اصحاب صُفّہ اور دوسرے زیر تعلیم اطفال مدینہ کو لکھنا سکھائیں۔ اسی طرح بدر کے ان قیدیوں سے معلمی اور خوش نویسی سکھانے کی خدمت لی گئی جو اپنا تاوان جنگ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ (کتاب الاموال ص۱۱۵)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے کھانے پینے کا انتظام اموال غنائم اور فتوحات کی آمدنیوں سے بھی فرماتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ نقل فرماتے ہیں کہ ایک بار فتوحات میں کچھ غلام اور لونڈیاں آئیں تو حضرت علی کی تحریک پر حضرت فاطمہؓ ایک خادم کے لئے درخواست لے کر حاضر ہوئیں۔ جب آپ کو علم ہوا تو آپ نے حضرت علیؓ و فاطمہؓ سے ان کے پاس خود جا کر فرمایا کہ

وَاللّٰهِ لَا اُعْطِيْكُمَا وَاَدَعُ اَهْلَ الصُّفَّةِ تَطْوِيْ بُطُوْنُهُمْ لَا اَجِدُ مَا اُنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنِّيْ اَبِيْعُهُمْ وَاُنْفِقُ عَلَيْهِمْ اَثْمَانَهُمْ ۔

یعنی میں تمہیں کوئی خادم اس لئے نہیں دے سکتا کہ اصحاب صُفّہ کے مصارف کے لئے مجھے غلاموں کو فروخت کرنا ضروری ہے تاکہ ان کی قیمت سے ان کی ضروریات معاش کا بندو بست کر سکوں۔

(مسند احمد جلد ۱ اول ص۱)

ایک بار اصحاب صفّہ نے کھجور کے مسلسل بطور غذا کھاتے رہنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھائی مدینہ کی عام پیداوار کھجور ہے لیکن اگر ذرا وسعت و قدرت ہوئی تو میں تمہیں گوشت ہی کھلاؤں گا۔ (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص۴۴۵)

نوٹ :۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ایک صُفّہ یعنی سائبان کا چبوترہ بھی تیار کرا دیا گیا تھا اس میں تعلیم دین کے لئے اقامت کرنے والے اصحاب صُفّہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمی کا کھانا ہو ایک آدمی اصحاب صفہ میں سے لے جائے اور جس کے پاس چار آدمی کا کھانا ہو وہ دو آدمی اصحاب صفہ میں سے لے جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اصحاب صُفّہ میں سے دس آدمی لے جاتے تھے۔ (بخاری ج ۱ ص۸۴)

صفۃ الصفوہ ج ۱ ص۲۰۲ میں علامہ ابن الجوزی نے بھی لکھا ہے۔

كَانَ أَهْلُ الصُّفَّةِ إِذَا أَمْسَوْا انْطَلَقَ الرَّجُلُ بِالرَّجُلِ وَالرَّجُلُ بِالرَّجُلَيْنِ وَالرَّجُلُ بِالْخَمْسَةِ وَأَمَّا سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَكَانَ يَنْطَلِقُ بِعَشْرَةٍ كُلَّ لَيْلَةٍ.

یعنی طلباء صفہ کو مختلف حضرات ایک ایک دو دو چار چار پانچ پانچ کرکے لے جاتے تھے اور اپنے گھر کھلاتے تھے لیکن حضرت سعد بن عبادہ روزانہ دس طالب علموں کو بوقت شام اپنے دسترخوان پر مدعو کرتے تھے

اس واقعہ سے اصحاب صُفّہ کی تعداد کی کثرت معلوم ہو جاتی ہے۔ علامہ صاوی نے حاشیہ جلالین میں بھی تقریباً پانچ سو طلباء کی تعداد لکھی ہے۔ وکذا فی عوارف المعارف۔

حضرت ابوہریرہؓ جو انہی اصحاب صُفّہ میں سے تھے فرماتے ہیں۔

أَصْحَابُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ الْإِسْلَامِ إِذَا جَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ هَدِيَّةٌ

اَصَابَ مِنْهَا وَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مِنْهَا ۔ (منتخب کنز العمال ج ۲ ص ۵۱۵)

اسی طرح علامہ شاطبی نے لکھا ہے ۔

اَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْيَافُ الْاِسْلَامِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُضُّ النَّاسَ عَلٰى اِعَانَتِهِمْ وَالْاِحْسَانِ اِلَيْهِمْ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ مِنْ جُمْلَتِهِمْ ۔ (الاعتصام ج ۱ ص ۲۶۸)

یعنی اصحاب صفہ مہمانانِ اسلام تھے ۔ ان کا کوئی گھر نہ تھا ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جو تحائف آتے تھے آپ انہیں قبول فرماتے اور اس میں سے ان لوگوں کو حصہ دیتے اور لوگوں کو ان کی خدمت پر راغب فرماتے ۔ ان کے ساتھ اعانت اور حسن سلوک کا حکم دیتے اور خود بھی بے حد محبت کرتے ۔

ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ دودھ تحفہ میں آیا ۔ آپ نے اصحاب صفہ کو بلانے کے بعد سب سے آخر میں سب کا جوٹھا خود پیا ۔ (منتخب کنز العمال ج ۲ ص ۵۱۵)

آج ہمارے زمانے کے امراء و تجار طالب علموں کا بچا ہوا کھانا یعنی جوٹھا نوش کرنے کے تصور سے بھی ذہن پر گرانی محسوس کریں گے ۔ یہ تو اس وقت نصیب ہوگا جب علم دین سے محبت ہوگی ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عائشہؓ قرآن کریم اور سنن نبویہ کی بڑی عالمہ اور فقہ و اجتہاد کے اعتبار سے بڑی زبردست فقیہہ تھیں ۔ امام زہری نے فرمایا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا تنہا علم دیگر تمام امہات المومنین کے مجموعی علم کے مقابلہ میں بھی زیادہ ہی ہے ۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۶)

علامہ ذہبی نے لکھا ہے ۔

كَانَتْ عَائِشَةُ اَعْلَمُ النَّاسِ سَأَلَهَا اَكَابِرُ الصَّحَابَةِ ۔

یعنی حضرت عائشہؓ اپنے وقت میں سب سے زیادہ علم والی تھیں ۔ اور ان سے مختلف مسائل میں بڑے بڑے صحابہ رجوع کیا کرتے تھے ۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۷)

آپ کے معاش کا یہ انتظام تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں تو اراضی خیبر سے غلہ ملتا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارتحال کے بعد یہی نظم حضرت ابو بکر کے عہد میں بھی رہا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے تمام امہات المومنین سے دریافت فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو اسی قدر غلہ دیا کروں جس قدر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ حضرات کو ملتا تھا اور اگر اس غلہ کے بدل میں اتنی غلہ کی زمین چاہیں تو میں زمین ہی کی جاگیر دے دوں۔ بعض ام المومنین نے غلہ ہی کو پسند کیا لیکن حضرت عائشہؓ نے زمین کو پسند فرمایا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے زمین اور اس کے شاداب رکھنے کے لئے پانی کے چشمہ سے ان کا حصہ مقرر فرما دیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۱۳)

علامہ ابو عبید قاسم بن سلام نے لکھا ہے کہ جب وظائف کے رجسٹر تیار ہو گئے اور بیت المال سے انصار و مہاجرین اور مجاہدین اسلام کے وظیفے مقرر ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ پہلے کس کا نام درج کیا جائے۔ بعض صحابہؓ نے کہا کہ پہلے اپنے نام سے شروع کیجئے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِمَامُنَا فَبِهِ نَبْدَأُ۔

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے امام اعظم ہیں اس لئے ہم پہلے ان کے خاندان سے ابتدا کریں گے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار درہم مقرر فرمایا اور باقی ازواج کا دس دس ہزار مقرر کیا۔ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ حسینؓ کا پانچ پانچ ہزار سالانہ مقرر فرمایا۔ (کتاب الاموال ص ۲۳۴، کتاب الخراج ص ۵۱)

اس روشنی میں معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ کا وظیفہ بیت المال سے ۱۲ ہزار درہم ۳۰ ہزار روپیہ سالانہ مقرر تھا۔ علاوہ ازیں ہدایا و تحائف بھی اسلامی قصبات وبلاد و اطراف ممالک سے آیا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ

بَعَثَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عَائِشَةَ بِطَوْقٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيْهِ جَوْهَرٌ قُوِّمَ مِائَةَ أَلْفٍ۔

یعنی حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں سونے کا ایک طوق بھیجا جو

قیمتی جواہر سے مرصع تھا۔ اس طوق کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔

اسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک لاکھ اسی ہزار کا مال اور نقد تحفہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس روانہ کیا۔ (صفۃ الصفوہ جلد دوم صـ۱۳، تذکرہ جلد اول صـ۳۷)

ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنی زمین چالیس ہزار دینار میں فروخت کی اس رقم کو مہاجرین فقراء اور ازواج النبی میں تقسیم کر دیا۔ جب حضرت عائشہؓ کے پاس ان کا حصہ پہنچا تو آپ نے یہ دعا دی۔

سَقَى اللّٰهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ۔ مسند احمد ج ۶ صـ۱۰۴

جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ جس اونٹ پر بیٹھ کر تشریف لے گئیں وہ ایک صحابی حضرت یعلیٰ بن امیہ کا عطیہ تھا جو انہوں نے دوسو دینار میں خرید کر حضرت عائشہؓ کو بطور عطیہ دیا تھا۔ (استیعاب ج ۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک خاتون عائشہؓ بنت طلحہ رہا کرتی تھیں وہ فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں تمام شہروں سے ہدایا و تحائف بکثرت آیا کرتے تھے اور تمام شیوخ کے خطوط وسوالات آتے تھے۔ میرا کام ان کو پڑھ کر بتلانا تھا کہ هٰذَا كِتَابُ فُلَانٍ بِهَدِيَّةٍ۔ یعنی یہ فلاں کا خط ہے اور تحفہ۔ (ادب المفرد صـ۱۶۳)

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

اِنَّ حِرْفَتِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مُؤْنَةِ اَهْلِيْ وَشُغِلْتُ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَاْكُلُ اٰلُ اَبِيْ بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ۔

یعنی مسلمانوں کے دینی اور ملکی انتظامات میں مصروف ہو جانے کے سبب میں اپنے پیشے کو اختیار نہیں کر سکتا تو میرے اور میرے بال بچوں کے معاش کا انتظام مسلمانوں کے اجتماعی بیت المال سے ہونا ضروری ہے۔

تاریخ طبری کے حوالہ سے علامہ محمد شفیع نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو چھ ماہ تک امور خلافت کے ساتھ ساتھ گھر کا کام بھی کرتے رہے۔ پھر دیکھا کہ دونوں کام انجام پذیر نہیں ہو سکتے تو آپ نے تمام وقت خلافت کے لئے خالی کیا اور گھر کے تمام تجارتی کاروبار یک دم چھوڑ دیئے۔ تو پھر صحابہ کرام نے ان کی معاشی ضروریات اور اخراجات کے لئے چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا۔ (تعلیق کتاب الاموال ص ۲۶۲)

طبقات ابن سعد میں مزید صراحت ہے کہ نقد رقم کے علاوہ روزانہ راشن کے ساتھ بکری کے نصف حصہ کا گوشت بھی صحابہ کرام نے مقرر کر دیا تھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۰، مشاہیر اسلام ج ۱ ص ۹۳)

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمرؓ کے متعلق متعین طریقہ سے مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ ان کو بیت المال سے کیا وظیفہ ملتا تھا۔ البتہ امام بیہقی نے حضرت ابوبکر کے بیت المال سے جو وظیفہ لینے کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کا مقولہ نقل کیا ہے۔

قَالَ عُمَرُ اَسْتَحِلُّ مِنْ هٰذَا الْمَالِ حُلَّتَيْنِ حُلَّةً لِلشِّتَاءِ وَحُلَّةً لِلصَّيْفِ وَ مَا يَسَعُنِيْ لِحَجِّيْ وَعُمْرَتِيْ وَقُوْتِيْ وَ قُوْتِ اَهْلِ بَيْتِيْ۔

(سنن کبریٰ بیہقی جلد سادس ص ۳۵۳۔ سیرت عمر لابن الجوزی ص ۸۹)

یعنی میں بیت المال سے صرف اس قدر حلال سمجھتا ہوں کہ دو جوڑے کپڑا موسم گرما کے لئے اور دو جوڑے کپڑا موسم سرما کے لئے اور اس قدر نقد جو میرے حج و عمرہ کے لئے کافی ہو جائے اور اس قدر نقد جنس موجود ہو جو میرے اور میرے بال بچوں کی روزی کے لئے کافی ہو سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ خدمت خلافت کی انجام دہی پر بقدر ضرورت بیت المال سے نقد و جنس اور کپڑا لیتے تھے۔

بہر حال اس اجمالی تذکرہ کے بعد ہم اس جگہ ان حضرات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کو بیت

المال سے خود حضرت عمرؓ نے وظیفہ یا عطیہ مرحمت فرمایا۔ حضرت عمرؓ کو تعلیم دین کی تبلیغ کا بڑا اہتمام تھا اور اس کام کے کرنے والے علماء کی معاشی فارغ البالی کی وہ اہمیت بھی سمجھتے تھے۔ اس لئے وظیفہ اور عطیہ کے ذریعہ مساعدت فرمایا کرتے تھے۔ چند واقعات اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ تعلیم دین کی اشاعت کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت عمران بن حصین کو بصرہ بھیجا علامہ ذہبی نے حضرت عمران کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

وَكَانَ مِمَّنْ بَعَثَهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ لِيُفَقِّهَهُمْ۔

یعنی یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمرؓ نے اہل بصرہ کے پاس تعلیم دینے کے لئے بھیجا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۸)

اس سے معلوم ہوا کہ بصرہ میں اور بھی معلمین بھیجے گئے تھے۔

۲۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ کا معلم بنا کر بھیجا تھا۔ اور اہل کوفہ کو رقعہ تحریر فرمایا تھا کہ

بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ عَبْدَ اللهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ مُعَلِّمًا وَوَزِيْرًا وَقَدْ اٰثَرْتُكُمْ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَلٰى نَفْسِيْ ۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۴)

یعنی عبداللہ بن مسعود کو کوفہ کا معلم اور وزیر کی حیثیت سے بھیج رہا ہوں اور میں نے تمہارے لئے بڑا ایثار کر کے حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے فقیہ عالم کو بھیج دیا۔

۳۔ حضرت زید بن ثابتؓ کو منصب قضاء پہ مامور فرمایا تھا کہ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں لوگوں کے معاملات میں فیصلے کریں۔ اور ان کو شریعت حقہ کے صحیح مسائل سے آگاہ فرمائیں۔

علامہ ذہبی نے لکھا ہے۔

إِنَّ عُمَرَ اسْتَعْمَلَ زَيْدًا عَلَى الْقَضَاءِ وَفَرَضَ لَهُ رِزْقًا۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۳۰)

ان کو اس منصب کے عوض وظیفہ ملتا تھا۔ لیکن کتنا ملتا تھا اس کی تصریح نہیں ہے۔

البتہ فتح القدیر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے منصب قضا پر زیادہ تنخواہ رکھی تھی تاکہ قاضی رشوت خوری سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ قاضی شریح قاضی کوفہ کی تنخواہ پانچ سو درہم ماہوار تھی۔

(فتح القدیر بر حاشیہ ہدایہ ج ۱ ص ۲۴۷)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً یہی مشاہرہ حضرت زید کا بھی ہوگا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت زید کو سفر میں جاتے وقت حضرت عمرؓ اپنا قائم مقام کر جاتے اور واپسی جب ہوتی تو اکثر کھجور کا ایک باغ بطور جاگیر عطا فرماتے۔ (اصابہ ج ۲ ص ۱۲۳)

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افسران لشکر کو لکھا۔

إِدْفَعُوْا إِلَيَّ كُلَّ مَنْ حَمَلَ الْقُرْاٰنَ حَتّٰى أُلْحِقَهُمْ فِي أَشْرَافٍ مِنَ الْعَطَاءِ وَأُرْسِلَهُمْ فِي الْاٰفَاقِ يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ۔ (منتخب کنز العمال ج ۱ ص ۳۶۹)

یعنی مجھے اطلاع دو کہ تم میں کتنے لوگ قرآن مجید کے عالم ہیں تاکہ میں ان کے عطیہ اور وظیفہ میں اضافہ کر کے ان کو تعلیم دین کے لئے مختلف اطراف وجوانب میں بھیج دوں۔

اس سے اتنا واضح ہوا کہ عام لشکری کے مقابلہ میں تعلیمی کام کرنے والوں کا وظیفہ حضرت عمرؓ نے زائد رکھا تھا۔

۵۔ اسی طرح سیرت عمر سے معلوم ہوا کہ مستقل وظیفہ معلمین و مدرسین کے لئے مقرر تھا۔ لیکن تصریح وہاں بھی نہیں ہے کہ یہ وظیفہ یا مشاہرہ کتنا تھا۔ ابن الجوزی کے الفاظ ہیں۔

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَا يَرْزُقَانِ الْمُؤَذِّنِيْنَ وَالْأَئِمَّةَ وَالْمُعَلِّمِيْنَ۔ (سیرت ابن الجوزی ص ۹۱، کنز العمال ج ۲ ص ۹۲)

یعنی حضرت عمرؓ و عثمانؓ نے مؤذنین، ائمہ اور مدرسین کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔

۶۔ مشہور تابعی عبد الرحمٰن بن غنم کے متعلق علامہ ذہبی نے لکھا ہے۔

بَعَثَهُ عُمَرُ إِلَى الشَّامِ لِيُفَقِّهَ النَّاسَ۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۴۸)

یعنی حضرت عمرؓ نے ان کو ملک شام میں بھیجا تھا تاکہ لوگوں کو علم وفقہ کی باتیں بتلائیں۔

اسی طرح قاضی ابو یوسف لکھتے ہیں کہ بکثرت لوگوں کو مختلف بلاد میں حضرت عمرؓ نے بھیجا تھا کہ سنن نبویہ کی تعلیم وتبلیغ کریں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُشْهِدُكَ عَلٰى أُمَرَاءِ الْأَمْصَارِ فَإِنِّيْ إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ لِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِيْنَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ وَيَعْدِلُوْا بَيْنَهُمْ۔

کتاب الخراج ص ۱۶)

یہ تمام حضرات جو حضرت عمرؓ کی طرف سے بلاد اسلامیہ میں تعلیم دین کے لئے بھیجے جاتے تھے ان کا مناسب اور معقول وظیفہ بھی جاری تھا۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ رحیم و کریم اور منصف و شفیق تھے اہل علم کی تکریم اور مالی مساعدت فرماتے تھے۔ (تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے جب وہ کوفہ سے معلم و وزیر اور مشیر کی حیثیت سے بھیجے گئے تو ان کا راشن بھی مقرر رہا تھا۔ چنانچہ علامہ ابو عبید قاسم بن سلام نے لکھا ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ امیر کوفہ تھے اور حضرت عثمان بن حنیف اراضی کوفہ کی پیمائش پر مامور تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ معلم دین تھے۔ ان تینوں حضرات کے لئے راشن ایک بکری روزانہ مقرر تھی۔ علامہ کے الفاظ یہ ہیں۔

فَرَضَ لَهُمْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ شَاةً بَيْنَهُمْ۔

نیز حضرت عمرؓ نے تقسیم کی تفصیل بھی تحریر کر دی تھی۔ کہ بکری کا نصف حصہ مع اس کے کلیجی کے حضرت عمار بن یاسرؓ لے لیں اور باقی نصف حصہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عثمان بن حنیفؓ برابر برابر تقسیم کر لیں۔ (کتاب الاموال ص ۶۸ و کتاب الخراج لابی یوسف ص ۴۲)

اسی طرح عبقریت نامی کتاب میں ان حضرات کی تنخواہ کی تفصیلات بھی منقول ہیں۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کا مشاہرہ چھ سو درہم تھا اور حضرت عثمان بن حنیف کا مشاہرہ ڈیڑھ سو درہم تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مشاہرہ سو درہم تھا۔ (مشاہیر اسلام ج ۱ ص ۶۱۵ و عبقریت عمر ص ۱۱۶)

یہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر اپنے عمال، علماء و فضلاء کے ساتھ کس طرح اعلیٰ درجہ کا برتاؤ فرماتے تھے۔ تنخواہ اور راشن کے علاوہ غلہ اور بکریوں کی بڑی بڑی مقدار بھی دیتے اور وقتاً فوقتاً ایسے عطیات دیتے کہ جن کی تعداد بعض اوقات پانچ پانچ ہزار درہم تک پہنچ جاتی۔ (عبقریت عمر ص ۱۶۱)

اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا وظیفہ مہاجرین میں اور اصحاب بدر میں شامل ہونے کا علیحدہ تھا۔ اصحاب بدر میں جو انصاری تھے ان کا وظیفہ چار ہزار درہم سالانہ تھا۔ اور

مہاجرین کا پانچ ہزار درہم سالانہ تھا۔ (کتاب الاموال ص۲۲۴)

علامہ ابن عبد البرؒ نے تصریح کی ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ مہاجرین میں سے تھے۔ (استیعاب جلد ۱ ص۳۵۹) حافظ ذہبی نے تصریح کی ہے کہ اصحاب بدر میں سے بھی تھے۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص۱۴)

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ وزارت تعلیم کے مشاہرہ کے علاوہ ان کا مستقل وظیفہ پانچ ہزار سالانہ علیحدہ تھا۔ علاوہ اس کے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ کے لئے نہریں اور استینیا میں کوفہ کے قریب مستقل جاگیریں اور جائداد یں بھی حضرت عمرؓ کی طرف سے عطا کی گئی تھیں۔ ان زمینوں کو ان حضرات کو بٹائی پہ دے رکھا تھا۔ (کتاب الخراج لابی یوسف ص۴۳)

حضرت عمار بن یاسرؓ کا مستقل وظیفہ چھ ہزار درہم سالانہ مشاہرہ کے علاوہ تھا۔ (کتاب الاموال ص۲۳۶)

حضرت امیر معاویہؓ امیر شام کا وظیفہ بھی بہت معقول تھا۔ علامہ ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے۔

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَزَقَ مُعَاوِيَةَ عَلٰى عَمَلِهِ الشام عَشْرَةَ الْاٰفِ دِيْنَارٍ كُلَّ سَنَةٍ۔ (استیعاب ج ۱ ص۲۵۵)

یعنی ملک شام کے انتظامات و عملداری کے عوض ان کو سالانہ دس ہزار دینار حضرت عمرؓ عطا فرماتے تھے۔

علامہ ابو عبیدؒ نے لکھا ہے کہ ایک دینار دس درہم کے برابر ہوتا ہے اور ایک درہم بقدر چار آنے کے برابر ہوتا ہے۔ (کتاب الاموال ص۵۵۵)

چونکہ ایک دینار ہندوستانی اڑھائی روپے کے برابر ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت معاویہؓ کی تنخواہ ہندوستانی روپیہ کے اعتبار سے پچیس (۲۵ ہزار) ہزار روپے سالانہ ہوئی۔ جب امیر شام کا اس قدر وظیفہ تھا تو ہم بآسانی قیاس کر سکتے ہیں کہ آپ نے قاضی معلم اور دیگر اہل علم کا وظیفہ بھی ان کی خدمات کے لحاظ سے ایک معقول وظیفہ رکھا ہوگا۔

حضرت عمرؓ نے لوگوں کی خدمات کا لحاظ رکھ کر وظائف کا تقرر کیا تھا۔ چنانچہ جب اہل مکہ کا وظیفہ فی کس آٹھ سو درہم سالانہ مقرر کیا تو نضر بن انس کا دو ہزار مقرر کیا۔ کسی نے اعتراض کیا تو فرمایا اگرچہ مکی یہ بھی ہیں مگر غزوہ احد میں ان کے باپ نے جو خدمت انجام دی تھی وہ ان کو نصیب نہیں جس کے لئے تم اعتراض کر رہے ہو۔ اس کے والد جانبازی کرتے ہوئے شہید ہو گئے اور ان کا باپ بکریاں چرآتا تھا۔ (کتاب الخراج ص۵۱)

طلبا کے لئے وظیفہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کتاب وسنت کی تعلیم پر طالبانِ علوم کا بھی وظیفہ مقرر کیا تھا۔ چنانچہ علامہ ابو عبید نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عمال اور حکام کے نام فرمان جاری کیا کہ لوگوں کے لئے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے پر وظیفہ جاری کرو۔ حکام نے اس پر عمل کیا لیکن ساتھ ہی یہ رپورٹ بھی پیش کی کہ بعض لوگ قرآن کو قرآن کی خاطر نہیں پڑھتے بلکہ وظیفہ کے طمع میں پڑھ رہے ہیں اور نہ ہی فی الواقع ان کو قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے کا کوئی دلچسپی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وظیفہ بہر حال جاری رکھو اور اس میں کسی قسم کی مقصدی کا اور غیر مقصدی تفریق نہ کرو۔ (کتاب الاموال ص۲۶۱)

حضرت سلمان فارسیؓ ایک عالم وفقیہ صحابی تھے۔ دو سو پچاس برس کی عمر تھی اور پانچ ہزار سالانہ ان کا وظیفہ مقرر تھا۔ (صفۃ الصفوہ ج ۱ ص۲۱۷۔ کتاب الاموال ص۲۳۶)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو ایک قطعہ جاگیر عنایت فرمائی تھی اور حضرت عثمانؓ نے بھی حضرت علیؓ کو عراق میں ایک جاگیر دی جس میں پانچ بڑے بڑے باغات تھے۔

(احیاء العلوم ج ۲ ص۱۴۰)

حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح علم وفقاہت اور دیانت وامانت میں ممتاز تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو خالدؓ کی جگہ پر امیر الافواج بھی مقرر فرمایا تھا۔ ان کو اس عہدہ جلیلہ کے عوض معقول وظیفہ ملتا تھا۔ ایک بار ان کی تنگی گذران کا حال حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو چار سو دینار کا ایک عطیہ قاصد کے ذریعہ روانہ فرمایا اور حکم دیا۔

اِجْعَلْ هٰذِهٖ فِیْ بَعْضِ حَاجَاتِكَ ۔ (صفۃ الصفوہ ج ۱ ص ۱۴۷)
آپ اسے اپنی ضرورتوں میں صَرف کریں انہوں نے قبول فرمایا اور دعا دی ۔ (اشہر المشاہیر ج ۱ ص ۵۱۱)
ایک بار اور یہی معلوم ہوا کہ وہ عسرت و تنگی میں زندگی گذار رہے ہیں تو ایک ہزار دینار کا عطیہ ان کے پاس بھیجا۔ انہوں نے قبول فرمایا اور نرم و ملائم کپڑے اور اچھی غذا استعمال کرنے لگے حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو خوش ہوئے اور فرمایا کہ انہوں نے آیۃ کریمہ کہ
لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۔ (منتخب کنز العمال ج ۲ ص ۲۳)
آدمی کو چاہیئے کہ اپنے حسب وسعت خرچ کرے ۔ پر عمل کیا ۔
ایک بار عام الرمادہ کے عظیم قحط میں جب مصر سے اونٹوں پر لاکر امدادی غلہ اور کپڑا آیا تو حضرت عمرؓ کے حسب ارشاد حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے تقسیم کا کام انجام دیا تو اس موقع پر حضرت عمرؓ نے ان کو ایک ہزار دینار کا عطیہ دیا ۔ (منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۳۹۷)
حضرت معاذؓ بن جبل ایک ممتاز صحابی اور عالم دین تھے ۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت معاذ بروز قیامت تمام علماء کے پیشوا ہوں گے ۔ ان کے متعلق حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ وہ تنگی میں ہیں ۔ تو چار سو دینار کا ایک عطیہ روانہ فرمایا ۔ قاصد نے رقم پہنچا کر کہا کہ اِجْعَلْ هٰذِهٖ فِیْ بَعْضِ حَاجَاتِكَ ۔
آپ اسے اپنی ضرورت میں صَرف کریں ۔ انہوں نے دعائیں دیں اور قبول فرمایا ۔
(صفۃ الصفوہ واشہر مشاہیر الاسلام ص ۵۱۱ جلد ۱)
ایک بار حضرت عمرؓ نے ان کو قبیلہ بنو سعد کے اموال زکوٰۃ پر محصل بنا کر بھیجا۔ انہوں نے حسب ہدایت زکوٰۃ وصول کر کے غرباء میں تقسیم کر دی اور خالی ہاتھ دارالخلافت میں واپس آگئے بیوی بچوں کے لئے کچھ تحفہ تحائف نہ لائے ۔ ان کی بیوی کو اس کا کچھ خیال ہوا تو حضرت عمرؓ نے از خود بطور دلجوئی ان کے بلا طلب اور بلا سوال کچھ مختلف چیزیں بطور تحفہ عطا فرمائیں کہ اسے لے جا کر اپنی اہلیہ کو دیں ۔ (کتاب الاموال ص ۲۹۵)
ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مقررہ وظائف کے علاوہ رمضان المبارک میں کشادہ روزی کے خیال سے ہر خاص و عام کے لئے روزانہ ایک درم فی کس بیت المال سے

جاری فرما دیا۔ البتہ اعزازاً امہات المومنین کا دو درم روزینہ مقرر تھا۔
(سیرت عمر لابن الجوزی واشہر مشاہیر الاسلام جلد اول جزء ثانی)

امام نووی لکھتے ہیں کہ حضرت لبید شاعر اسلام کے سالانہ وظیفہ میں پانصد روپیہ کا تعلیم قرآن کے سبب اضافہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے اشعار سناؤ۔ انہوں نے کہا سورہ بقرہ و آل عمران کے سبب شعروں میں مزہ نہیں ملتا۔ (تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۷۱)

اس سے یہی معلوم ہوا کہ وظائف وعطیات کا سلسلہ علماء و شعراء اسلام تک ہمہ گیر تھا۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کی طرف سے حضرت سعید بن عامر حمص کے عامل تھے گذر بسر عمومی سخاوت کے سبب عسرت سے کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے سرکاری دورہ کیا تو حمص بھی پہنچے تو کچھ مقامی لوگوں سے فرمایا کہ حمص کے غرباء و فقراء کی فہرست مرتب کرو۔ فہرست جب مرتب ہو کر پیش ہوئی تو لوگوں نے اس میں سعید بن عامر کا نام بھی لکھ دیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا آپ کے عامل حمص۔ فرمایا وہ کیسے فقیر ہو سکتے ہیں۔ ماہانہ تنخواہ اور سالانہ ایک ہزار کا وظیفہ آخر کہاں جاتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بڑی سخاوت کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ تنگی رہتی ہے تو حضرت عمرؓ نے ان کو ایک ہزار دینار کا عطیہ دیا اور فرمایا۔

تَسْتَعِيْنُ بِهَا عَلٰى حَاجَتِكَ ۔ (صفوۃ الصفوہ ج ۱ ص ۲۷۵)

اسے اپنی ضروریات پر صرف کرو۔ بیوی نے اس میں سے کچھ لینا چاہا لیکن انہوں نے سب کچھ تقسیم کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے عمیر بن سعد کو فلسطین پر عامل مقرر کیا۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کے پاس سو دینار بذریعہ قاصد روانہ فرمایا۔ بیوی کے مشورہ کے مطابق قبول تو کر لیا لیکن قاصد کے جاتے ہی اس کو غرباء میں تقسیم کر دیا۔ ایک موقع پہ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تم نے سو دینار کا کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ سب کو فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اچھا اب تم کپڑا اور غلہ لیتے جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ غلہ تو میرے پاس ہے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ کپڑا میری بیوی کے پاس نہیں ہے۔ چنانچہ صرف چند کپڑوں کو لے کر واپس ہو گئے۔
(صفوۃ الصفوہ جلد ۱ ص ۲۹۲)

ان تمام واقعات سے اس قدر واضح ہوا کہ سیدنا فاروق اعظم رضؓ کے دور خلافت میں علماء وفقہاء اور قضاۃ و معلمین و مبلغین کے وظائف و عطیات کا بہترین نظم مقرر ہو چکا تھا۔

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمان غنیؓ اسلام کے ان امراء کبار میں سے تھے جن پر لفظ غنی بطور ایک مستقل لقب صادق ہے اور آج تک وہ اسی نام سے مشہور ہیں۔ غزوات اسلامی میں مجاہدین کی ضروریات کے لئے انہوں نے بارہا بڑی بڑی رقمیں عنایت فرمائیں۔ مسلمانوں کیلئے بئر رومہ ۳۵ ہزار میں خرید کر وقف فرمایا۔ ایک غزوہ میں مجاہدین کو فقر و فاقہ کی نوبت آگئی۔ حضرت عثمان غنیؓ کو اطلاع ملی تو چودہ اونٹ غلوں سے بھروا کر بھیج دیئے۔ قاصد نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے ان کو آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا ہے۔ رسد کی اس بر موقع آمد پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے۔ اور والہانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر عثمان غنیؓ کے لئے دعاء خیر فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ عُثْمَانَ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ عُثْمَانَ۔

اے اللہ تو عثمان کو اس کا بدل اور نعم البدل عطا فرما۔ (منتخب کنز العمال ج ۵ ص۱۲)

حضرت عثمان غنیؓ کے حالاتِ زندگی میں اس قسم کے دریا دلی اور فیاضی کے واقعات بہت ہیں لیکن ہمیں اس موقع پر علماء کرام کے سلسلے کے عطیات اور وظائف پر گفت گو کرنا ہے۔

اوپر سیرت العمرین کے حوالہ سے ہم ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ نے بھی حضرات آئمہ اور معلمین کے لئے باقاعدہ وظیفہ کا انتظام کر رکھا تھا۔ چند ایک واقعات ہم ان کے عطیات کے سلسلے میں نقل کرتے ہیں جو وہ اہل علم حضرات کو دیا کرتے تھے۔

فقہاء امت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت باب العلم سے مشہور رہی ہے۔ حضرت عثمان رضؓ نے عامل بصرہ عبداللہ بن عامر کے ذریعہ تین ہزار درہم اور کپڑے حضرت علی رضؓ کے پاس ہدیۃً بھجوائے۔ حضرت علی رضؓ نے قلیل سمجھ کر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت عثمان رضؓ کو

علم ہوا تو حضرت عبداللہ بن عامر کو لکھا کہ

اَرْسَلْتَ اِلٰی عَلِیٍّ ثَلَاثَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ۔

تم نے صرف تین ہزار درہم بھیجا یہ کیسی غفلت ہے تو عبداللہ بن عامر نے بیس ہزار درہم اور بیش قیمت حلّے حضرت علیؓ کے پاس بھیجے۔ (اشہر مشاہیر الاسلام ج ا جز رابع ص ۸۹۶)

حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو عراق میں ایک جاگیر دی تھی جس میں پانچ بڑے بڑے باغات تھے۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۴۰)

اسی طرح حضرت عثمانؓ نے ایک نامور صحابی عثمان بن ابی العاص کو بارہ ہزار جریب قطعہ زمین جاگیر کے طور پر دیا۔ (تہذیب الاسماء ج ا ص ۳۲)

اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید کے نسخوں میں اختلاف قرأت و لغات کی وجہ سب کو ایک نسخہ اور ایک لغت پر مرتب کیا اور اس کو صرف ایک مصحف اور ایک مجلد کی شکل دے دی۔ تو اس اثنا میں ایک بار حضرت ابوہریرہؓ دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور مصحف عثمانی کو ایک کھونٹی میں لٹکا ہوا دیکھا تو بے ساختہ بول پڑے کہ آج اس مصحف معلقہ کو دیکھ کر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی پوری ہوئی۔

حضرت عثمانؓ نے پوچھا وہ کیا؟

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ایک بار رسول اکرم صلے اللہ علیہ نے دریافت فرمایا تھا کہ مجھ سے محبت کرنے والے میری امت میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھ کو دیکھا تو نہیں لیکن مجھ پر ایمان لائیں گے اور اوراق معلقہ پر عمل کریں گے۔ میں سوچا کرتا تھا کہ اوراق معلقہ کیا چیز ہیں؟ آج اس مصحف کو دیکھ کر فرمودہ رسول کی تصدیق ہو گئی۔

حضرت عثمان غنیؓ کو اپنے اس فعل کی ارشاد نبوی سے مطابقت معلوم ہونے پر بے حد مسرت ہوئی اور اس خوشی میں حضرت ابوہریرہؓ کو دس ہزار درہم کا ایک عطیہ دیا۔ (منتخب کنز العمال ج ۲ ص ۵۲)

حضرت ابوہریرہؓ کا جب انتقال ہو گیا تو امیر معاویہؓ نے مروان کو حکم دیا کہ انہوں نے محصوری کے دنوں میں حضرت عثمان غنیؓ کی امداد کی تھی لہذا تم میری طرف سے ان کے پسماندگان

کو دس ہزار درہم پیش کرو۔ اور ہمیشہ ان کے متعلقین سے بہتر سلوک کرو۔ بہرحال حضرت عثمان غنیؓ بھی علمائے کرام کو عطیات اور وظائف بیت المال نیز ذاتی طور سے بھی دیتے رہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابتدائے اسلام میں بے حد غریب تھے۔ غربت کا یہ عالم تھا کہ ایک مدت تک آپ کا کوئی بستر نہ تھا۔ اونٹ کو دانہ چارہ کھلانے کے لئے کوئی بالٹی نہ تھی، صرف دنبہ کی ایک کھال سے دونوں کام لیتے تھے۔ اون والے حصہ پر رات کو سوتے تھے اور اس کی دوسری طرف چکنے حصہ پر اونٹ کو دانہ چارہ ڈال کر کھلاتے تھے۔ (منتخب کنز العمال ج ۱ ص۵۶)

غرض کہ آپ کے گھر میں ایک زمانہ تک کوئی دوسری چیز نہ تھی جس کو بستر بنا کر رکھتے۔ اسی طرح گھر میں ایک باندی تک نہ تھی کہ وہ کسی کام میں ہاتھ بٹاتی۔ لیکن بعد میں حضرت علیؓ اپنے وظائف وغیرہ کی وجہ سے بڑے امیر ہو گئے۔ اپنی غربت اور امارت کا نقشہ انہوں نے خود اس طرح کھینچا ہے کہ ”اگرچہ ایک وقت مجھ پر وہ بھی گذرا ہے کہ بھوک کی بے تابی سے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتا تھا، لیکن الحمدللہ آج یہ حالت ہے کہ

تَبْلُغُ صَدَقَةُ مَالِي اَرْبَعِينَ اَلْفَ دِيْنَارٍ -

میرے مال کی صرف زکوٰۃ چالیس ہزار دینار نکلتی ہے۔ (مسند احمد جلد اول)

چالیس ہزار دینار ایک لاکھ روپے کے برابر ہے۔ آپ نے اپنے عطیات و وظائف کے ذریعے اسلام اور علمائے اسلام کی بڑی بڑی خدمتیں کی ہوں گی۔ مگر ہمیں تصریحات نہیں ملتیں۔

ایک صاحب حاجت مسلمان آیا۔ اس نے حضرت علیؓ سے اپنے فقر و فاقہ اور ضروریات کی تکمیل کی درخواست کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو کچھ بھی تم چاہتے ہو پرچہ کاغذ پر لکھ دو۔ اس نے پرچہ پیش کیا۔ آپ نے ایک قیمتی حلّہ تو اس کے حسب طلب عنایت کیا لیکن اپنی طرف سے بلا طلب سو دینار مرحمت فرمایا۔ (کنز العمال ج ۳ ص۲۳۸)

جو شیر دل اور شیر خدا لوگوں کو ان کی حاجت سے زائد دیا کرتا تھا اس سے یہ بالکل بعید ہے کہ وہ اسلام کا علم و فہم رکھنے والے علماء و فقہاء کے معاشی حاجات میں مددگار نہ رہا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ بہت بڑے متبع سنت، عالم قرآن اور عاشق رسول تھے اور ساتھ ہی بڑے سخاوت پیشہ تھے آپ کے علمی وجاہت اور جلالت شان کی وجہ سے بکثرت ہدیہ و تحائف آتے تھے اور آپ انہیں قبول فرماتے۔ اور عموماً اسی مجلس میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

حضرت نافع فرماتے ہیں۔

كَانَ يُرْسَلُ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِالْمَالِ فَيَقْبَلُهُ۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں اموال کے ہدایا و تحائف پیش ہوتے اور آپ قبول فرماتے۔

میمون بن مہران راوی ہیں کہ ایک دفعہ ایک امیر نے ۲۲ ہزار دینار بھیجے۔ آپ نے قبول فرمالئے اور اسی مجلس ساری رقم ضعفاء اسلام اور علمأ دین کو بلا بلا کر تقسیم کر دی۔ ابن معمر نے ساٹھ ہزار کی رقم عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ارسال کی آپ نے قبول فرما کر دوسرے اہل حاجات میں تقسیم کر دی۔ (احیاء العلوم ج ۲ صـ ۱۳۵)

آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت نافعؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ کے پاس ہزار دینار کا نذرانہ آیا۔ آپ نے قبول فرمایا اور اسی مجلس میں اہل حاجات میں تقسیم کر دیا۔ ان سب روایتوں کے لئے ملاحظہ ہو صفۃ الصفوہ جلد اول صـ ۲۳۲ و احیاء العلوم جلد ثانی صـ ۱۳۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ترجمان القرآن اور حبر الامۃ کے لقب سے مشہور ہیں۔ حافظ سخاوی لکھتے ہیں۔ علمائے دہر میں بحر العلوم سے آپ کو خطاب کیا جاتا تھا۔ (فتح المغیث صـ ۳۱۷)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ جو علوم کتاب و سنت کے حامل تھے۔ ایک بار حوادث روزگار سے مقروض ہو گئے۔ حضرت معاویہؓ امیر شام سے ملنے گئے اور ان سے اپنی حاجت کا تذکرہ کیا انہوں نے کچھ توجہ نہ دی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں بصرہ پہنچے۔ حضرت عبداللہ

بن عباسؓ نے بڑی خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور ان کے حالات میں سنکر فرمایا۔

لَاُصْنَعَنَّ بِکَ کَمَا اَصْنَعْتَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی آج میں تمہارے ساتھ اس طرح کا بہترین سلوک کروں گا جس طرح تو نے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا۔

یعنی حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے اپنے دو منزلہ مکان کا بالائی حصہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے قیام کے لئے آپ کے حوالے فرمایا تھا۔

اس گفتگو میں اسی طرف اشارہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی اپنا پورا مکان ان کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ جو کچھ ساز و سامان اس مکان میں ہے وہ سب آنجناب کی ملکیت ہے۔ اس کے علاوہ بیس غلام خدمت کے لئے دیئے اور چالیس ہزار نقد تجارت وغیرہ کے لئے عنایت فرمایا۔ (منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خود بھی امراء و زمانہ حجاج اور مختار کے گراں قدر عطیات کو قبول فرمایا۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۳۵)

الغرض صحابہ کرامؓ نے دوسرے غرباء اور ضعفائے اسلام کی امداد کے ساتھ اہل علم و اہل فضل صحابہ کرام اور تابعین عظام کی معاشی اعانت و مساعدت میں ہمیشہ فراخدلی سے حصہ لیا ہے۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

اصحاب ذوق امراء اور خلفاء کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ علماء اپنی معاشی ضروریات سے بے فکر ہو کر علمی زندگی گذاریں تاکہ کتاب و سنت کی خدمت باحسن وجوہ انجام دے سکیں۔ اسی بناء پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی علماء کو دین کی خدمت میں لگایا اور سنن نبویہ اور احادیث شریفہ کے محفوظ کرنے پر مامور فرمایا۔

حضرت امام بخاریؒ نقل کرتے ہیں۔

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ اُنْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ فَاِنِّيْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ

وَ ذِهَابَ الْعُلَمَاءِ وَلْيُفْشُوا الْعِلْمَ وَلْيَجْلِسُوا حَتّٰى يُعَلَّمَ مَنْ لَّا يَعْلَمُ ۔
یعنی خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے عامل ابو بکر کے نام فرمان جاری کیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ کو قلم بند کر و تاکہ علماء کے ارتحال سے علم کا سلسلہ ختم نہ ہو جائے اور علماء کو حکم دو کہ باقاعدہ مجلس درس پر بیٹھیں اور بے علموں کو علم دین سے آگاہ کریں ۔ اور علم دین کی ہر ممکن اشاعت کریں ۔ (بخاری شریف ج ۱ صـ ۳)

حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں ۔

وَاَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ الْحَدِيْثَ اِبْنُ شِهَابِ الزُّهْرِيُّ عَلٰى رَأْسِ الْمِائَةِ بِاَمْرِ عُمَرَ بْنِ الْعَزِيْزِ ثُمَّ كَثُرَ التَّدْوِيْنُ ثُمَّ التَّصْنِيْفُ وَفَضْلُ بِذٰلِكَ خَيْرٌ كَثِيْرٌ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ۔ (فتح الباری پ ۱ صـ ۱۰۶)

یعنی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے حکم سے امام زہری نے پہلی صدی ہجری کے اندر احادیث کو مدون فرمایا ۔ اور اس کے بعد تدوین حدیث کا سلسلہ چل پڑا ۔ اور پھر ابواب وفصول اور عنوانات کے تحت تصنیف کی شکل میں کتابیں بھی لکھی گئیں ۔ امام حسن بصری اور ابن سیرین کے لئے آپ کے عہد خلافت میں معقول وظائف مقرر تھے ۔ نیز آپ سے پہلے بنی امیہ کے جن خلفاء نے ان حضرات کے وظائف کو بند کر دیا تھا آپ نے تمام رکی ہوئی رقم بھی انہیں عطا فرما دی ۔ (طبقات ابن سعد جلد خامس صـ ۲۰۶)

محدث کوفہ قاسم بن مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس اپنی ایک ضرورت لے کر پا پیادہ پہنچا ۔ جب اپنی اس ضرورت کا اظہار میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے کیا تو ادائے قرض کے لئے ستر دینار عطا فرمائے اور ایک سواری بھی عنایت کی اور پچاس دینار ماہوار میرا وظیفہ مقرر فرما دیا ۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صـ ۱۱۵ وطبقات ابن سعد جلد خامس صـ ۲۵۷)

صاحب تاریخ تمدن عثمانی لکھتے ہیں کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے حمص کے گورنر کو لکھا کہ جن لوگوں نے دنیا چھوڑ کر اپنے آپ کو دینی تعلیم و تعلم کے لیے وقف کر دیا ہے ۔ بیت المال سے سو سو دینار ان کا وظیفہ مقرر کر دیا تاکہ وہ اطمینان سے علمی مشاغل

میں مصروف رہ سکیں۔

امام ابوالاسود دوئلی متوفی ۹۹ھ

آپ نحو کے ابتدائی قاعدوں کے موجد اول ہیں۔ آپ ازحد غریب تھے۔ ایک ہی کپڑا مہینوں جسم پہ رہتا۔ دوسرے کپڑے میسر نہ تھے کہ تبدیل لباس کریں۔ ایک مرتبہ امیر عبیداللہ کے دربار میں حاضر تھے۔

امیر نے پوچھا آپ ہمیشہ ایک ہی جبہ پہن کر آتے ہیں؟

جواب دیا بہت سے ساتھی ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے جدائی ممکن نہیں۔

امیر ان کا مفہوم سمجھ گیا۔ جب دربار سے رخصت ہو کر ابوالاسود گھر پہنچے تو دیکھا کہ امیر کے خدام کپڑوں کے سو تھان لے کر حاضر ہیں۔ امیر کے اس تحفہ کو آپ نے قبول فرما لیا۔ (مرأۃ الجنان ج ۱ ص ۲۰۵)

احنف بن قیس متوفی ۷۲ھ

پہلی صدی ہجری کے عالی مقام تابعین میں سے ہیں۔ آپ بے حد بردبار اور حلیم تھے۔ علامہ یافعی نے لکھا ہے کہ ان کی جلالت شان پر سب کا اتفاق ہے۔ ایک بار حضرت معاویہؓ کے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ یزید کی ولی عہدی پر بیعت لی جا رہی ہے۔ تمام دوسرے لوگ کے یزید کے ولی عہد بنائے جانے پر امیر معاویہؓ کی تعریف کر رہے تھے لیکن یہ خاموش رہے اس پر امیر معاویہؓ نے آپ سے پوچھا۔

مَا بَالُكَ لَا تَقُولُ۔ آخر آپ اس سلسلہ میں کوئی رائے کیوں نہیں دیتے۔

آپ نے جواب دیا۔

أَخَافُ اللّٰهَ إِنْ كَذَبْتُ وَ أَخَافُكُمْ إِنْ صَدَقْتُ۔

یعنی اگر آپ کے حسب منشاء گفتگو کروں تو آپ خوش ہو جائیں گے۔ مگر اللہ کی ناراضگی کا خوف ہے اور امر واقعہ کا سچائی کے ساتھ اظہار کروں۔ تو آپ لوگوں کے

ناراض ہونے کا خوف ہے۔ اس لئے بھلائی اور مصلحت خاموشی میں ہے۔

امیر معاویہؓ نے اس جواب سے خوش ہو کر جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا کی دعا کے ساتھ کئی ہزار روپیہ بطور انعام اور تالیف قلب کے مرحمت فرمایا۔ (مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۱۴۶)

حضرت ابراہیم نخعی متوفی ۹۵ھ

علامہ ذہبی نے ابراہیم نخعی کو فقیہہ العراق کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس قدر پُرجلال تھے کہ تلامذہ آپ سے اس طرح ڈرتے تھے جس طرح امیر اور سلطان سے لوگ ڈرا کرتے ہیں۔ آپ کے متعلق محدث ابن عون نے یہ تصریح کی ہے۔

كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَاْتِي الْاُمَرَاءَ وَيَسْئَلُهُمُ الْجَوَائِزَ (تذکرہ ج ۱ ص ۷)

یعنی فقیہہ کوفہ حضرت ابراہیم نخعی امراء و سلاطین کے درباروں میں جاتے اور عطیات و وظائف کا مطالبہ کرتے تھے۔ امراء یا خلفاء وقت سے نفس مطالبہ یا غرض حال میں کچھ قباحت نہیں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک بار تقسیم اموال کے بعد بیت المال میں کچھ زائد اور فاضل رہ گیا تو حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میں تمہارے نبی کا چچا ہوں اس لئے اگر یہ زائد رقم مجھ کو دے کر میری تکریم کرو تو میں اس کا مستحق ہوں۔ فاروق اعظم نے بعض صحابہ کرام سے مشورہ کے بعد باقی ماندہ رقم حسب طلب عباسؓ کو مرحمت فرما دی۔ (منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۲۱۱)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر امام حافظ، فقیہہ متقن کے الفاظ سے کیا ہے۔ ان کو حجاج بن یوسف کے ذریعہ خلفاء بنی امیہ کی طرف سے ایک معقول وظیفہ ملتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حجاج نے مجھ سے چند سوالات کئے۔ میں نے ان کا جواب دیا وہ مجھ سے خوش ہوا اور مجھ کو قوم کا نمائندہ بنا دیا اور میرا وظیفہ بھی مقرر کر دیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

وَفَرَضَ لِيْ فَلَمْ اَزَلْ عِنْدَهٗ بِاَحْسَنِ مَنْزِلَةٍ۔

یعنی ایک فتنہ میں مبتلا ہونے سے پہلے تک میں اس کے نزدیک اعزاز و تکریم کے ساتھ

منظور نظر رہا۔

علامہ یافعی نے امام شعبی کا ایک لطیفہ نقل کیا ہے۔ اس سے ان کے وظیفہ کی سالانہ مقدار بھی معلوم ہو جاتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ حجاج نے ایک دن امام شعبی سے پوچھا

كَمْ عَطَاءُكَ فِي السَّنَةِ قَالَ أَلْفَيْنِ۔

پھر حجاج نے سنبھل کر پوچھا۔

كَمْ عَطَاءُ لَكَ قَالَ أَلْفَانِ۔

حجاج نے پوچھا پہلی دفعہ أَلْفَانِ کی بجائے أَلْفَيْنِ کی غلطی کیسے ہوئی؟
امام شعبی نے کہا کہ آپ نے پہلے كَمْ عَطَاءَكَ کہا تو میں نے بھی أَلْفَانِ کی جگہ أَلْفَيْنِ کہا۔ کیونکہ میرے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ امیر سبقت لسانی سے کوئی غلطی کر جائے تو میں زبان دانی کا مظاہرہ کرنے لگوں۔

حجاج اس جواب سے خوش ہوا اور ایک معقول بطور انعام دیا۔ (مرأۃ الجنان ج ۱ صـ۸۲)

امام عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۵ھ

علامہ ذہبی نے امام عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ کو الحبر العالم کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ اور ان کے حالات میں امام شعبی وغیرہ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ اب عکرمہ سے بڑھ کر کتاب اللہ کا کوئی عالم نہ رہا۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ میں نے چالیس برس تک قرآن کریم اور سنن نبویہ کی تعلیم حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حاصل کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صـ۹۰)

علامہ یافعی نے حضرت عکرمہ کے متعلق لکھا ہے۔

وَكَانَتِ الْأُمَرَاءُ تُكْرِمُهُ وَتَصِلُهُ۔

یعنی امرائے اسلام آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتے اور انعامات و عطیات سے نوازتے رہے۔ (مرأۃ الجنان ج ۱ صـ۲۲۵)

حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے۔

كَانَ يَأْتِي الْأُمَرَاءَ يَطْلُبُ جَوَائِزَهُمْ وَلَمْ يَتْرُكْ مَوْضِعًا إِلَّا خَرَجَ

یعنی جہاں جہاں امراء اسلام تھے وہاں حضرت عکرمہ پہنچے اور ان سے عطیات طلب کئے۔

حضرت عکرمہ جب خراسان کے مشہور شہر نیشاپور گئے تو کسی نے تعجب سے پوچھا کہ حرمین مکہ مدینہ چھوڑ کر یہ خراسان کا سفر کیوں کر اختیار کیا۔ تو فرمایا اہل وعیال کی ضروریات یہاں تک کھینچ لائی ہیں۔

محدث ابونعیم نے نقل فرمایا ہے کہ جب حضرت عکرمہ اصفہان کے والی کے پاس پہنچے تو اس نے ان کو تین ہزار درہم کا عطیہ دیا۔ (مقدمہ فتح الباری صـ۴۹۱)

اسی طرح جب حضرت عکرمہ مقام جُند پہنچے تو امام طاؤس نے ایک اونٹ ساٹھ دینار میں خرید کر سواری کے لئے بطور تحفہ دیا۔ کسی نے امام طاؤس سے کچھ کہا تو آپ نے جواب دیا میں نے اپنے لڑکے عبداللہ بن طاؤس کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا علم سکھانے کے لئے یہ نذرانہ دیا ہے کیونکہ حضرت عکرمہؓ ابن عباسؓ کے علوم کے خازن تھے۔

(مقدمہ فتح الباری صـ۵۰۰ وکتاب الکفایہ للخطیب صـ۱۵۶)

بعض لوگوں نے قبول عطیات اور اس کی استدعا کو باعث ذم اور موجب قدح سمجھا ہے حافظ ابن حجر اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ امراء کے عطیات کو قبول کرنے سے حضرت عکرمہ کی شان اس طرح نہیں گھٹتی کہ ان سے احادیث کی روایات ترک کر دی جائے۔

وَهٰذَا الزُّهْرِيُّ قَدْ كَانَ فِيْ ذَالِكَ اَشْهَرُ مِنْ عِكْرَمَةَ وَمَعَ ذَالِكَ لَمْ يَتْرُكْ اَحَدٌ الرِّوَايَةَ عَنْهُ بِسَبَبِ ذَالِكَ۔

یعنی امام زہری امراء کے عطیات کو قبول کرنے میں عکرمہؓ سے کچھ زیادہ ہی شہرت رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود کسی نے ان سے اخذ روایت میں تامل نہیں کیا۔ (فتح الباری صـ۵۰۰)

اس سلسلہ میں خطیب نے لکھا ہے کہ محدث یعقوب صرف ایک حدیث لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ کے بیان کرنے پر ایک دینار لیتے تھے۔ یعنی جب کسی سے روایت کو بیان کرتے اس سے ایک دینار لے لیتے۔

امام مجاہد کے متعلق لکھا ہے کہ جب ان کے پاس غریب طالب علم آتے تو فرماتے اِذْهَبْ فَاعْمَلْ لِيْ كَذَا ثُمَّ قَالَ اُحَدِّثُكَ۔ کہ جاؤ میرا فلاں کام کر آؤ پھر تم کو حدیث رسول

سناؤں گا۔

امام بخاری کے استاد ابو نعیم فضل بن دکین درس حدیث سے پہلے جید اور عمدہ سکوں کے دراہم تو پہلے حاصل کر لیتے۔ اگر کوئی کھوٹہ سکہ ہوتا تو اس پر بٹہ لگا لیتے۔ (کفایہ للخطیب ص۱۵۶ و فتح المغیث ص۱۵۰)

اس سلسلہ میں حافظ زین الدین عراقی الفیۃ الحدیث لکھتے ہیں کہ جب شغل حدیث کسب دنیا سے مانع ہو تو اس کو اخذ عوض کی اجازت ہے۔ یہی فتویٰ ابو اسحاق شیرازی کا ہے اور سب سے پہلے یہ فتوےٰ محدث ابن الحکیم نے دیا ہے۔ اس سے کسی نے پوچھا۔

اَلْعَالِمُ يَأْخُذُ عَلَى قِرَاءَةِ الْعِلْمِ ؟

کیا عالم اپنے علم کی تبلیغ پر اجرت لے سکتا ہے؟ تو جواب دیا۔

عَافَاكَ اللّٰهُ حَلَالٌ اَنْ لَا اَقْرَأُ لَكَ وَرَقَةً اِلَّا بِدِرْهَمٍ وَمَنْ اَخَذَنِيْ اَنْ اَقْعُدَ مَعَكَ طُوْلَ النَّهَارِ وَاَدَعُ مَا يَلْزَمُنِيْ مِنْ اَسْبَابِيْ وَتَفْقُدُ عِيَالِيْ ۔ (فتح المغیث ص۱۵۲)

یعنی یہ بالکل حلال ہے جائز ہے اور اگر میں ایک ورق پڑھانے پر ایک درہم لوں تو بھی حلال ہے۔ جب کوئی شخص سارا دن تعلیم و تبلیغ کے لیے وقف کر دے گا اور زندگی کے اسباب وضروریات اور بال بچوں کے اخراجات نہ کر سکے گا تو اس کو بغیر معاوضہ کے کوئی چارہ نہیں ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۰ھ

حافظ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الامام شیخ الاسلام کے لفظوں سے کیا ہے۔ آپ کی جلالت شان، کثرت علم، فقاہت و اجتہاد اور فصاحت و بلاغت کا اعتراف تمام آئمہ ھدٰے نے کیا ہے۔ تذکیر و تبلیغ میں دلپذیر انداز رکھتے تھے۔ بڑا مؤثر اور بلیغ وعظ فرماتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص۶۷)

علامہ ابن الجوزی نے آپ کے عطیات کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ والی عراق و کوفہ ابن ہبیرہ

نے آپ کو اور امام شعبی اور ابن سیرین کو دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ حکومت کے انتظامی حالات کے بارے میں آپ کے خیالات کیا ہیں؟

حضرت ابن سیرین نے کمال استغناء اور بے نیازی سے فرمایا۔

رَأَيْتُ ظُلْمًا فَاشِيًا یعنی تمہارے موجودہ نظام حکومت میں ظلم ہی کا زور و ظہور ہے۔

لیکن امام شعبی اور حسن بصری نے ناصحانہ و معلمانہ لب ولہجہ اختیار فرمایا۔ آخر جب دربار سے یہ حضرات رخصت ہونے لگے تو ابن ہبیرہ نے حضرت حسن بصری کے پاس چار ہزار درہم اور ابن سیرین کے پاس تین ہزار درہم اور امام شعبی کے پاس دس ہزار درہم اپنے خادم کے ذریعے بھیجے۔ حسن بصری اور امام شعبی نے تو قبول کر لئے۔ مگر ابن سیرین نے لینے سے انکار کر دیا۔

(صفۃ الصفوہ ج ۳ ص ۱۶۸ و احیاء العلوم جلد ثانی ص ۳۴۱)

ایک واقعہ امام یافعی نے نقل کیا ہے۔ ایک دفعہ عمرو بن ہبیرہ والی عراق نے حسن بصری کو طلب کیا اور کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ یزید بن عبد الملک خلیفہ وقت ہے اور ہم لوگوں عمال و حکام سے اس نے سمع و طاعت کا حلف لیا ہے۔ اس لئے جو احکام وہاں سے آتے ہیں مجھ کو اس کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اس سلسلہ میں میری مجبوری ظاہر ہے تو میری اس معذرت پر آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت حسن بصری نے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ يَمْنَعُكَ مِنْ يَزِيْدَ وَلَا يَمْنَعُكَ يَزِيْدُ مِنَ اللّٰهِ۔

یعنی اللہ تعالیٰ یزید کے ظلم سے تجھے بچا سکتا ہے لیکن یزید اللہ کی گرفت سے تجھے نہیں بچا سکتا۔

اور یہ بھی فرمایا۔

لَا تَتْرُكَنَّ دِيْنَ اللّٰهِ بِهٰذَا السُّلْطَانِ فَإِنَّهُ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

یعنی دین الٰہی کے مزاج اور اس کی روح کے خلاف تم سلطان کو راضی کرنے کے سلسلے میں کوئی حرکت مت کرو اس لئے کہ کسی مخلوق کے ساتھ وفاداری خالق کے ساتھ بے وفائی کر کے نہیں کی جا سکتی۔

ان اثر آفریں اور بلیغ جملوں نے ابن ہبیرہ کو بے حد متاثر کیا اور حضرت حسن بصری کو کئی ہزار درہم نقد انعام کے علاوہ خلعت شاہی سے سرفراز کیا۔ (مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۲۳۱)

امام غزالی لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے اس طرح بے لاگ اور کھری نصیحت فرمائی کہ امام شعبی جو ساتھ ہی تھے کہنے لگے کہ

اَغْضَبْتَ الْاَمِيْرَ وَاُحْرِمْتَنَا مَعْرُوْضَةً وَصِلَةً۔

امیر کو آپ نے کبیدہ خاطر کر دیا اور اپنے ساتھ ہم سب کو بھی امیر کے احسانات وصلات سے محروم کر دیا۔ لیکن اس دور کے امراء بھی کیسے حق پسند تھے کہ کچھ برا نہ مانا اور سب کو تحفے اور تھیلیاں پیش کیں۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۴۱)

محدث کوفہ قاسم بن مخیمرہ متوفی ۱۱۱ھ

امام قاسم کوفہ کے محدث ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے اور ستر دینار مقروض ہونے کا حال بیان فرمایا۔ خلیفہ نے ستر دینار ادائیگی قرض کے لئے دیئے اور سواری کے لئے خچر مرحمت فرمایا اور پچاس دینار ماہوار وظیفہ مقرر فرمایا۔ انہوں نے مسرت سے ان کا شکریہ ادا کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۱۰)

صاحب طبقات نے لکھا ہے کہ انہوں نے تقرری وظیفہ کی درخواست خود کی تھی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَغْنِنِيْ مِنَ التِّجَارَةِ قَالَ بِمَاذَا قَالَ بِفَرِيْضَةٍ قَالَ فَرَضْتُ لَكَ فِيْ سِتِّيْنَ۔

یعنی وظیفہ کی درخواست کے بعد حضرت عمر بن العزیز نے ساٹھ درہم ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۵۷)

امام مکحول متوفی ۱۱۳ھ

علامہ ذہبی نے امام مکحول کو الفقیہ الحافظ عالم اہل الشام کے لقب سے یاد کیا ہے آپ جلالت علم کے مالک ہیں۔ امام مکحول کو امیر وقت نے دس ہزار کی تھیلی پیش کی تو آپ نے اس کو قبول فرمایا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۱ و مرأۃ الجنان ج ص ۲۴۳)

٭امام زہری متوفی ۱۲۴ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الامام اعلم الحفاظ کے لقب سے کیا ہے خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا تاریخ اسلام اور سنن نبویہ کا عالم اب زہری سے بڑھ کر کوئی نہیں رہا۔ اسی لئے خلیفہ نے احادیث کی ترتیب وتدوین کا کام آپ کے سپرد کر رکھا تھا اس خدمتِ دین پر خلیفہ کی طرف سے مستقل وظیفہ کا انتظام تھا۔ علاوہ ازیں امام زہری کو امراء زمانہ سے عطیات ملتے تھے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ ایک بار امام زہری خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے پاس گئے۔ حضرت سعید بن مسیب نے حضرت عمر کی کوئی حدیث خلیفہ ہشام سے بیان کی تھی۔ اور ہشام کو وہ واقعہ یاد نہیں آرہا تھا۔ امام زہری نے جو سعید بن مسیب کی احادیث کے حافظ تھے وہ روایت خلیفہ کو یاد کرادی۔ خلیفہ ان کے علم سے بے حد خوش ہوا۔ امام زہری نے اپنے مقروض ہونے کا واقعہ بیان کیا جو کہ سات ہزار کی رقم تھی خلیفہ نے فی الفور ادائیگی کا حکم دیا۔ اور اس کے علاوہ مزید خلعت ونقد وغیرہ بطور انعام دیا۔ ذہبی کے الفاظ یہ ہیں۔

فَعَجِبَ لِعِلْمِهٖ وصله وقَضٰى دَيْنَهٗ وَادّٰى هشَامُ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَبْعَةَ الافِ دِيْنَارٍ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص۱۰۳، مرأۃ الجنان ج ا ص۲۶۰)

ذہبی نے لکھا ہے کہ خلفاء اور امراء کے عطیات سے امام زہری اس قدر دولت مند تھے کہ وہ ایک لاکھ سات ہزار دینار کی مالیت کے مالک تھے۔ (تذکرہ اول ص۱۰۵)

٭علی بن عبداللہ بن عباسؓ متوفی ۱۱۸ھ

صاحب البرکات والکرامات حضرت علی بن عبداللہ ایک بار ہشام بن عبدالملک کے پاس تشریف لے گئے۔ ہشام نے عزت سے بٹھایا اور فرمایا کس طرح تشریف آوری ہوئی؟

فرمایا مجھ پر بیس ہزار درہم قرض ہوچکا ہے۔

ہشام نے فوراً حکم ادائیگی خزانچی کو دیا۔ اس کے بعد حضرت علی بن عبداللہ نے ہشام

بنوامیہ کے مشہور خلیفہ سے کہا کہ میرے پوتوں کا خیال رکھنا۔ ہشام نے آپ کے باہر نکلتے وقت اپنے مصاحبین سے کہا ان کا خیال ہے کہ خلافت میرے پوتوں کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ یہ بجز خلل دماغ کے اور کیا ہے!

آپ نے سن لیا تو فوراً فرمایا۔

وَاللّٰهِ لَيَكُوْنَنَّ ذَالِكَ وَلَيَمْلِكَنَّ هٰذَانِ ۔

یعنی اللہ کی قسم! ایسا ہو کر رہے گا اور میرے یہ دونوں پوتے جو بعد میں دونوں خلیفہ منصور اور سفاح کے نام سے مشہور ہوئے۔ حکومت کے مالک ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسم کو پورا کیا اور وہی دونوں پوتے جن کو اپنے ہمراہ خلیفہ ہشام کے پاس لے گئے تھے عباسی خلفاء میں عظیم الشان خلیفہ ہوئے بلکہ سلطنت عباسیہ کی بنیاد انہی سے پڑی۔ (مرآۃ الجنان ج ا ص۲۴۶)

محمد بن اسامہ بن زید

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مشہور غلام زید بن حارث کے صاحب زادے اسامہ کے لڑکے محمد ایک بار بیمار پڑ گئے حضرت علی بن حسین عیادت کے لئے گئے۔ ان کو دیکھ کر محمد بن اسامہ رونے لگے۔ پوچھا کیا بات ہے؟

جواب دیا مجھ پر پندرہ ہزار روپیہ فلاں شخص کا قرضہ ہے۔ حضرت علی بن حسین نے فرمایا یہ میرے ذمہ ہے۔ (صفۃ الصفوہ ج ۲ ص۵۶)

ابواسحاق سبیعی

حافظ ذہبی نے آپ کو الحافظ احد الاعلام کے لقب سے یاد کیا ہے۔ آپ نے تین سو شیوخ سے تعلیم حاصل کی۔ امام شعبہ، سفیان ثوری، امام اعمش وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ کثرت علم میں امام زہری کے مشابہ ہیں۔ ان کا وظیفہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے تین سو دینار سالانہ مقرر تھا۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص۱۰۸)

امام معمر متوفی سنہ ۱۵۰ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الامام الحجۃ احد الاعلام سے فرمایا ہے۔ آپ ملک یمن کے عالم ہیں۔ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام عبدالرزاق وغیرہ آپ اپنے شاگردوں سے عطیات قبول فرماتے تھے۔ چنانچہ محدث ابن ابی حاتم اپنی مستند کتاب تقدمۃ الجرح والتعدیل میں لکھتے ہیں کہ جب عبداللہ بن مبارک نے امام معمر کے پاس تعلیم السنن حاصل کر کے فراغت پائی تو رخصت ہوتے وقت ایک غلام اور ایک ہزار درہم نقد اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کیا۔

(تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص ۲۷۷)

امام محمد بن منکدر متوفی سنہ ۱۳۰ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الامام شیخ الاسلام سے کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ آپ کے اساتذہ ہیں۔ امام شعبہ، امام معمر، مالک، سفیان ثوری وغیرہم آپ کے شاگرد ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۰)

آپ نے ایک بار اپنی پریشانی و تنگی کا تذکرہ حضرت عائشہؓ سے کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔

اَوَّلُ شَیۡئٍ یَابُنَیَّ اَبۡعَثُ بِہٖ اِلَیۡکَ۔

یعنی پہلی فرصت میں تمہارے لئے کچھ بھیجوں گی۔

چنانچہ دس ہزار درہم جو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجے تھے آپ نے فی الفور ان کے پاس بھیج دیئے۔ (صفۃ الصفوہ ج ۲ ص ۷۹)

یزید بن یزید لغوی متوفی سنہ ۱۳۴ھ

فقیہ وقت یزید بن یزید کو خلیفہ ولید بن یزید نے پچاس ہزار دینار ان کی علمی خدمات کے صلہ میں دیئے کہ وہ معاشی فکروں سے آزاد ہو کر اپنے علمی مشاغل انجام دیتے رہیں۔ (مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۲۸۱)

امام اوزاعی متوفی ۱۵۷ھ

آپ دمشق کے امام ہیں۔ علامہ ذہبی نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں علم وفضل کے اعتبار سے سب پر ممتاز تھے۔ خلیفہ سفاح کے چچا امیر کبیر نے ایک دفعہ امام اوزاعی کو طلب فرمایا۔ ان کے مجادلہ حسنہ اور حق پر ہیلے تو بہت سیخ پا ہوئے۔ لیکن بعد میں امام صاحب کے کلمات حقہ کا دل پر بہت اثر ہوا تو شاہی اعزاز وتکریم کے طور پر خادم کے ذریعہ آپ کے پاس اشرفیوں کی تھیلی بھجوائی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۷۱)

حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ خلیفہ منصور آپ کے مواعظ کا شیدائی تھا۔ اور تعظیم کرتا تھا۔ امام ذہبی کے الفاظ یہ ہیں۔

قَدْ كَانَ الْمَنْصُوْرُ يُعَظِّمُ الْاَوْزَاعِيَّ وَيُصْغِيْ اِلٰى وَعْظِهٖ وَيُجِلُّهٗ۔

(تذکرہ ج ۱ ص ۱۷۲)

شاہی وظیفہ آپ کے لئے مقرر تھا۔ دا یون ساحل میں کسی عہدہ پر آپ نامزد تھے۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۷۲)

امام ابن ابی ذئب۔ متوفی ۱۵۹ھ

علامہ ذہبی نے محدث ابن ابی ذئب کا ذکر خیر الامام الثابت العالم العابد شیخ الوقت کے لفظوں سے کیا ہے۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے ان کے علم وفضل اور تقوٰے وعبادت کی بڑی مدح کی ہے۔ امیر وقت حسن بن زید کی طرف سے پانچ ہزار دینار ماہوار وظیفہ مقرر تھا۔ دیگر امراء اسلام بھی ان کی طرف عطیات روانہ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ والی مدینہ جعفر بن سلمان نے ایک بار سو دینار کا ہدیہ بھیجا تھا۔ ایک مرتبہ خلیفہ ابوجعفر منصور حج کے لئے مکہ مکرمہ گیا۔ امام مالک اور امام ابن ابی ذئب ملنے گئے۔ خلیفہ نے موقع پاکر ان حضرات سے اپنے اعمال کے متعلق دریافت کیا تو امام ابن ابی ذئب نے کھل کر خلیفہ سے کہا۔

رب کعبہ کی قسم! تم ظالم ہو۔

خلیفہ کے چوب دار نے کچھ تادیبی کارروائی کرنی چاہی تو خلیفہ نے اس کو ڈانٹا اور امام کو دربا

سے رخصت ہوتے وقت تین سو اشرفی نذرانہ کے طور پر دی۔ (تہذیب الاسماء للنووی ج ۱ ص ۸۰)

ایک موقع پر ابن ابی ذئب خود بغداد گئے خلیفہ نے اس پر اظہار مسرت کیا اور ایک ہزار دینار سرخ ہدیہ کیا۔ (تذکرہ اول ص ۱۸۰)

امام شعبہ رحمہ متوفی سنہ ۱۶۰ھ

حافظ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الحجہ الامام الحافظ شیخ الاسلام کے لقب سے کیا ہے۔ امام شعبہ کی جلالت شان کے لئے یہ کافی ہے کہ ان کے معاصر آئمہ نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔

هَلِ الْعُلَمَاءُ اِلاَّ شُعْبَةٌ مِّنْ شُعْبِهٖ ۔

یعنی علماء کرام محدث شعبہ کے علم کی مختلف شاخیں ہیں۔

ان کے وظیفہ کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

وَهَبَ الْمَهْدِیُّ شُعْبَةَ ثَلاَثِیْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ وَاَقْطَعَهُ اَلْفَ جَرِیْبٍ بِالْبَصْرَةِ ۔ (تذکرہ ج ص ۱۸۶)

یعنی خلیفہ مہدی نے امام شعبہ کو تیس ہزار درہم ہدیہ دیا اور ایک ہزار جریب کی جاگیر بصرہ میں مستقل کفالت کے لئے عطا کی تھی۔ ایک جریب پون بیگھہ کا ہوتا ہے۔

محدث ابراہیم بن طہمان متوفی سنہ ۱۶۳ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا تعارف الامام الحافظ عالم خراسان کے لفظوں میں کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ کا وظیفہ بیت المال سے مقرر تھا۔ ایک دن خلیفہ مہدی نے ان سے کوئی علمی سوال کیا آپ نے فرمایا مجھے اس کا ٹھیک طور سے علم نہیں ہے۔ خلیفہ نے کہا

تَاْخُذُ فِیْ كُلِّ شَهْرٍ كَذَا وَكَذَا وَلاَ تُحْسِنُ مَسْئَلَةً ۔

یعنی آپ کو اہل علم سمجھ کر ماہ بماہ اس قدر وظیفہ دیا جاتا ہے حالانکہ آپ مسئلہ بھی ٹھیک طور پر نہیں بتلا سکتے۔ اس کا قدر معقول اور برمحل جواب دیا۔

مَا اٰخُذُهٗ فَعَلٰى مَا اُحْسِنُ وَلَوْ اَخَذْتُ عَلٰى مَا لاَ اُحْسِنُ لَمَضٰى

بَيْتُ الْمَالِ ۔ (تذکرہ ج ۱ صـ ۱۹۹)

یعنی میرا ولیعہ ان مسائل سے عوض سمجھے جن کو میں اچھی طرح جانتا ہوں لیکن اگر میں وظیفے کے خیال سے اپنے علم وفضل کا مصنوعی بھرم قائم کرنے کے لئے ان مسائل میں دخل اندازی کروں جن کی معرفت مجھ کو حاصل نہیں تو اس طریقے کی کم از کم خرابی یہ ہوگی کہ بیت المال کی وسعت وبرکت ختم ہو جائے گی اور ہر قسم کے وظائف کا سدباب ہو جائے گا۔

خلیفہ کو یہ جواب بہت پسند آیا۔ اس روایت سے ظاہر کہ اہل علم کے وظائف جاری تھے لیکن ان وظائف کے سبب وہ خوشامدی نہیں ہو گئے تھے بلکہ اپنے ذاتی وقار وعزت اور آزادی ضمیر کو برقرار رکھتے تھے۔

امام ماجشون متوفی سنہ ۱۶۴ھ

امام ماجشون کا ذکر خیر علامہ ذہبی نے الامام العالم الفقیہ کے لفظوں سے کیا ہے۔ آئمہ حدیث عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحیٰی بن معین وغیرہ نے ان کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔ ان کے وظیفہ کے متعلق حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ خلیفہ مہدی نے ان کو دس ہزار دینار کا عطیہ دیا۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد ا صـ ۲۰۶)

قاضی ابن لہیعہ متوفی سنہ ۱۷۴ھ

حافظ ذہبی نے آپ کا تعارف الامام الکبیر قاضی الدیار المصریہ وعالمہا کے لفظوں سے کرایا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ان کی کثرتِ حدیث اور ضبط واتقان کی تعریف فرمائی ہے۔ جب ان کا مکان نذر آتش ہو گیا اور مسودات ضائع ہو گئے تو مراجعت الی الاصل کا موقعہ جاتا رہا۔ تو اس زمانہ کی روایات محدثین کے نزدیک لائق اعتبار نہیں رہیں۔ مکان اور کتابوں کی بربادی کی اطلاع جب امیر لیث کو ہوئی تو انہوں نے ایک ہزار دینار نقد بھیجا۔ (صفۃ الصفوہ ج ۴ صـ ۲۸۴، مرآۃ الجنان ج ۱ صـ ۱۵۴)

خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ مکان جلنے کے ساتھ ساتھ کاغذات ومسودات کا عظیم ذخیرہ جل گیا تو انہوں نے (امیر لیث نے) مزید ایک ہزار دینار کا کاغذ خرید کر بھیج دیا۔ خطیب کے الفاظ یہ

بَعَثَ اِلَيْهِ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ كَاغِذًا بِاَلْفِ دِيْنَارٍ (تاریخ خطیب ج ۲ ص۱)

ان وقتی امدادوں کے علاوہ وہ خلیفہ منصور کی طرف سے تیس دینار ماہوار مقرر تھا علامہ ذہبی کے الفاظ ہیں۔

وَقَرَّرَ لَهُ الْمَنْصُوْرُ فِی الشَّهْرِ ثَلَاثِيْنَ دِيْنَارٍ۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۲۲۰)

امیر لیث بن سعد متوفی ۱۷۵ھ

امام لیث بن سعد کا تعارف علامہ ذہبی نے الامام الحافظ شیخ الدیار المصریہ وعالمها ورئیسها کے جملوں سے کرایا ہے۔ محدث کبیر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے امیر اور وصف سخا سے متصف تھے۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ امیر لیث نے منصور بن عمار واعظ کو ایک ہزار دینار کا عطیہ دیا۔ ایک غریب عورت پیالہ لائی اور اس نے تھوڑے سے شہد کی خواہش ظاہر کی تو شہد کا ایک پورا مٹکا اس کے حوالے کر دیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۸)

علامہ یافعی نے لکھا ہے کہ اہل علم حضرات کو فالودہ بنا کر کھلاتے تو پیالوں میں فالودہ کے ساتھ اشرفیاں رکھ دیتے کہ ہر کھانے والے کو اشرفیاں بھی مل جائیں۔ (مرآۃ الجنان ج ص ۳۵۹)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امام لیث اہل علم دوستوں اور شاگردوں کو ایک ہزار دینار کے لگ بھگ دیا کرتے تھے۔ (البدایہ والنھایہ لابن کثیر)

ایک دفعہ امام مالک نے امام لیث کی خدمت میں ایک طبق عمدہ کھجور کا ہدیہ کیا تو امیر لیث نے اس طبق کو ہزار اشرفیوں سے بھر کر واپس کیا۔ (تہذیب الاسماء واللغات للنووی ج ۲ ص ۷۴)

امام لیث کے علم وفضل سے خوش ہو کر خلیفہ ہارون الرشید نے اپنی بیوی زبیدہ کے سامنے قسم کھائی کہ مجھ کو دو جنت ملے گی۔

زبیدہ کو اس قسم پر بے حد تعجب اور انتہائی فکر پیدا ہوا۔ مختلف علماء کو بلایا مگر کسی سے زبیدہ کی تشفی نہ ہوئی۔ آخر محدث عصر امام لیث بن سعد کو بلا کر پس پردہ ہو کر اس کے متعلق فتوے پوچھا۔ اس موقع پر امام لیث کا مطالعہ قرآنی استحضار کا کمال ملاحظہ ہو۔

آپ نے خلیفہ سے پوچھا کہ بروز محشر پروردگار کی بارگاہ کی حاضری کا خوف آپ

کے دل میں قائم ہے یا نہیں؟

خلیفہ نے کہا ضرور ہے۔

دوبارہ سہ بارہ حلف لینے کے بعد امام لیث نے فرمایا اب مسئلہ حل ہو گیا۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ پاک کا ارشاد ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ۔

اس پر ہارون الرشید نے خوش ہو کر امام لیث کو مصر میں بڑی بڑی جاگیریں عنایت کر دیں۔ علامہ ذہبی کے الفاظ یہ ہیں۔

فَأَقْطَعَ لَهُ قَطَائِعَ كَثِيرَةً ۔ (تذکرہ ج ۱ صـ۲۰۲)

زبیدہ جو پس پردہ تھیں اس سوال و جواب سے بے حد مسرور ہوئیں۔ ان کو تسلی ہو گئی اور انہوں نے امام کو اپنی طرف سے علیحدہ نقد و جواہر کا انعام دیا۔

★ حضرت امام مالکؒ متوفی سنہ ۱۷۹ھ

امام مالک ذاتی طور پر بھی دولت مند تھے اور درس حدیث بڑے تزئین و تجمل کے ساتھ دیا کرتے تھے۔ آپ کی درس گاہ میں قیمتی قالین اور متعدد گاؤ تکیے تھے۔ آپ نفیس قیمتی کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر مسند درس پر تشریف لاتے تھے۔ خلفاء اور امراء اسلام کی طرف سے عطیات اور تحائف کا سلسلہ جاری تھا۔ خلیفہ مہدی حج سے فارغ ہو کر جب مدینہ واپس آئے اور امام مالک سے ملاقات ہوئی تو غلام کی معرفت دو ہزار دینار نذرانہ بھجوایا۔ (تذکرہ ج ۱ صـ۱۹۶)

امام غزالی لکھتے ہیں۔

وَأَخَذَ مَالِكٌ مِنَ الْخُلَفَاءِ مَا لَا جَمِيمَهُ۔ (احیاء العلوم ج ۲ صـ۱۳۵)

یعنی امام مالک کو خلفائے اسلام کی طرف سے بے اندازہ دولت پہنچی تھی۔

ان اتفاقی ہدایا و تحائف و عطیات کے علاوہ مستقل وظیفہ سو دینار سالانہ امیر لیث بن سعد کی طرف سے مقرر تھا۔ (تذکرہ ج ۱ صـ۲۰۹)

★ فضیل بن عیاض متوفی سنہ ۱۸۷ھ

حافظ ذہبی نے آپ کا تعارف الامام القدوہ شیخ الاسلام کے لفظوں میں کرایا ہے۔ آپ مشہور صوفی محدث ہیں۔ آپ بادشاہوں اور امراء کے عطیات کو قبول نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کے عطیات کو قبول فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ ذہبی کے الفاظ یہ ہیں۔

کَانَ الْفُضَیْلُ یَقْبَلُ صِلَۃَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنَ مُبَارَكٍ وَکَانَ بَارًا بِہٖ وَلَا یَقْبَلُ جَوَائِزَ الدَّوْلَۃِ ۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۲۴۷)

حضرت فضیل بن عیاض صرف عبداللہ بن مبارک کے عطیات کو قبول فرماتے اور حضرت عبداللہ بن مبارک آپ کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔

علامہ یافعی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت فضیل نے خلیفہ ہارون الرشید کو ایسی پُر تاثیر اور رقت انگیز نصیحت فرمائی کہ خلیفہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ جب مجلس برخواست ہوئی تو ہارون الرشید نے تمام علماء فضلاء کو تھیلیاں پیش کیں اور سب نے بلا تکلف قبول کر لیں لیکن حضرت فضیل نے معذرت کر دی۔ خلیفہ نے بے حد اصرار کیا اور فرمایا۔

اے ابو علی! اگر اسے آپ اپنی ذات پر خرچ کرنا مناسب نہیں سمجھتے تو قبول فرما کر اپنی طرف سے دوسرے حاجت مندوں مثلاً مقروض بھوکے ننگے کی مدد میں دے دیں۔ مگر حضرت فضیل نے دوسروں کی خاطر بھی قبول نہ فرمایا۔

امام ابوالاحوص متوفی سنہ ۱۷۹ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الامام الحافظ احد الثقات کے لفظوں سے کیا ہے۔ امام قتیبہ اور ابن ابی شیبہ اور امام ابن ماجہ وغیرہم آپ کے شاگرد ہیں۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۲۳۰)

علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک ہاشمی امیر کی طرف سے امام ابوالاحوص کے پاس ایک ہزار درہم کی تھیلی بطور نذرانہ پہنچی۔ قاصد نے امیر کا سلام پہنچایا اور کہا کہ امیر نے اسے بطور ہدیہ آپ کے لئے روانہ کیا ہے اور درخواست کی ہے کہ اسے شرف قبولیت بخشیں اور رمضان مبارک کی ضروریات میں کشادگی کے ساتھ خرچ کریں۔

امام نے واپس کر دیا اور فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حسن اتفاق سے عبداللہ بن

مبارک بھی موجود تھے۔ یہ منظر دیکھ کر چپکے سے اپنے مکان پر تشریف لائے اور ایک ہزار درہم کی تھیلی روانہ فرمادی اور کہا کہ آپ یہ قبول کریں۔ سابقہ رقم کی واپسی پر ممکن ہے کہ آپ کے اہل خانہ آپ سے کچھ ترش روئی اختیار کریں۔ لہٰذا اس کے عوض اس کو قبول فرمالیں۔ بحمد اللہ یہ مال حلال اور طیب ہے۔ چنانچہ امام موصوف نے اس کو قبول فرمالیا۔ (صفۃ الصفوہ ج ۴ ص ۱۲۱)

★ امام ابو یوسف متوفی سنہ ۱۹۲ھ

حافظ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الامام العلامہ فقیہہ العراقین کے لقب سے کیا ہے۔ امام مزنی نے فرمایا ہے فقہاء کی جماعت میں سب سے زیادہ حدیث پاک کا اتباع کرنے والے امام ابو یوسف ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ وہ حدیث کے معاملہ میں انصاف پسند ہیں۔ محدث یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے کہ وہ سنن نبویہ کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۷۰)

امام ابو یوسف ہارون الرشید کے ملکی اور درباری قاضی القضاۃ تھے۔ اس عہدہ جلیلہ کا ایک معقول وظیفہ ان کے لئے مقرر تھا۔ ہزارہا دینار بطور انعام ہارون الرشید کی طرف سے آپ کو ملتے تھے۔ علامہ یافعی نے لکھا ہے کہ ملکہ زبیدہ نے بارہا قیمتی کپڑوں کے تھان اور درہم و دینار کی تھیلیاں اور عطر و خوشبو کی شیشیاں اور مشروبات کے ظروف بھیجا کرتی تھیں۔ غرض امام ابو یوسف کو مالا مال کر دیا تھا۔ (مرأۃ الجنان ج ۱ ص ۳۸۶)

امام کسائی نحوی متوفی سنہ ۱۸۹ھ

امام النحو امام کسائی خلیفہ ہارون الرشید کے صاحبزادوں امین و مامون کے معلم تھے۔ آپ تنگدست تھے نہ بیوی بچے تھے نہ کوئی خادم تھا خلیفہ ہارون الرشید کے پاس ایک عریضہ لے جاکر اپنی حالت کا ذکر کیا تو ہارون الرشید نے ایک خوبصورت لونڈی تمام ساز و سامان کے ساتھ اور سواری کا گھوڑا بمعہ جملہ سامان اور لوازمات سے مزین کر کے اور ایک خادم اور دس ہزار درہم نقد ان کے پاس بھجوا دیا۔ (مرأۃ الجنان ج ۱ ص ۴۲۱)

امام کسائی مختلف شاہی انعامات و عطیات کے سبب اس قدر مالدار ہو گئے کہ جب کتاب

سیبویہ کو امام اخفش سے جو سیبویہ کے شاگرد ہیں سبقاً درساً حاصل کر لیا تو اپنے استاد اخفش کی خدمت میں ایک گراں قدر عطیہ پیش کیا۔ خود امام اخفش کا بیان ہے۔

فَوَجَّہَ اِلَیَّ خَمْسِیْنَ اَلْفَ دِیْنَارٍ ۔ (مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۲۴۹)

امام کسائی نے میرے پاس پچاس ہزار دینار اس کے صلے میں بھیجے۔

امام بکر بن عیاش متوفی سنہ ۱۹۳ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا ذکر حبر الامام القدوۃ شیخ الاسلام کے لفظوں سے کیا ہے حضرت عبد اللہ بن مبارک اور امام احمد بن حنبل نے ان سے احادیث کی روایت حاصل کی ہے خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے آپ کو عطیات ملتے رہے۔ ایک بار ہارون نے آپ کو چھ ہزار دینار کا عطیہ بھیجا۔ (تذکرہ جلد اول ص ۲۴۵)

سفیان بن عیینہ متوفی سنہ ۱۹۵ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا تذکرہ خیر العلامہ الحافظ شیخ الاسلام کے لفظوں سے کیا ہے۔

امام شافعی فرمایا کرتے تھے۔ اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ حجاز میں نہ ہوتے تو حجاز سے علم دین کا خاتمہ ہو جاتا۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ میں نے سنن نبویہ کا عالم ان سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۴۶)

علامہ ابن الجوزی نے عطیات شاہی کے سلسلے میں لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید جب سفر حج کے لئے گئے تو حضرت سفیان بن عیینہ سے خود ملاقات کی اور بعض مسائل پر گفتگو کے بعد جب واپس ہوئے تو پوچھا۔

أَعَلَیْكَ دَیْنٌ ؟ کیا آپ پر کچھ قرض ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا ہاں مجھ پر کچھ قرض ہے۔

خلیفہ نے خزانچی کو حکم دیا کہ آپ کا قرض فی الفور ادا کر دیا جائے۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۳۷)

علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ ہارون الرشید کے وزیر جعفر برمکی کی طرف سے بھی آپ کے لئے

وظیفہ مقرر تھا۔ چنانچہ جب جعفر برمکی کے قتل کئے جانے کی آپ کو اطلاع ملی تو فوراً قبلہ رو ہو کر دعا کرنے لگے۔

اَللّٰھُمَّ قَدْ کَفَانِیْ مَئُوْنَۃَ الدُّنْیَا فَاکْفِہٖ مَئُوْنَۃَ الْاٰخِرَۃِ۔

اے اللہ! اس نے میری ضروریاتِ دنیا کی کفالت کی تھی۔ تو اس کی اخروی ضروریات کی کفالت فرما۔ (مرآۃ الجنان ج ا ص۴۱۴)

یحییٰ بن مبارک یزیدی متوفی ۲۰۲ھ

نحو و لغت کے امام اور ادب و عروض کے ماہر اور عالم کامل ہیں۔ ایک بار خلیفہ مامون الرشید کی خدمت میں حاضر تھے۔ مامون نے اپنے شاہی تنعمات اور بزم عیش و عشرت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ بھلا اس سے بھی بہتر کوئی چیز ہو سکتی ہے!

یحییٰ بن مبارک نے جواب دیا۔

نِعَمُ الشُّکْرُ لِمَنْ خَوَّلَکَ ھٰذَا الْاِنْعَامُ الْعَظِیْمُ۔

ہاں اس خدا کا شکر جس نے اس شاہی منصب پر آپ کو نامزد فرمایا۔

مامون نے کہا اَحْسَنْتَ وَصَدَّقْتَ۔ اور ایک لاکھ درہم انعام دیا۔

(مرآۃ الجنان جلد ۲ ص۵)

نضر بن شمیل متوفی ۲۰۲ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا تعارف الامام الحافظ العلامہ اللغوی اہل مرد کے لفظوں سے کیا ہے۔ عربیت اور معرفت حدیث میں امام تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کا مقولہ ہے کہ جب طلب علم میں آدمی مشغول ہو جائے ایسا کہ اس کو بھوک کا احساس نہ رہے تو اس کو لذت علم مل گئی۔ (تذکرہ ج ا ص۲۸۹)

علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مامون نے ایک حدیث مع سند سنائی۔ اس میں لفظ سداد بالفتح پڑھ دیا۔ نضر بن شمیل نے اس کی غلطی نکالنے بلکہ اصلاح کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ اس حدیث

کو ایک دوسری سند سے پڑھتے ہوئے سِداد کا بالکسر تلفظ کیا۔ مامون فوراً سمجھ گیا کہ اس طرح میری غلطی کی اصلاح فرما رہے ہیں۔

میں نے پوچھا دونوں میں فرق کیا ہے؟

آپ نے فرق ظاہر کیا اور حدیث کے موقع محل کی لحاظ سے سِداد بالکسر ہی درست تھا۔ مامون نے پھر کہا کہ سِداد بالکسر پہ اہل عرب سے کوئی سند پیش کیجئے۔ انہوں نے فوراً یہ شعر سنادیا۔

اَضَاعُوْنِیْ وَ اَیَّ فَتًی اَضَاعُوْا
لِیَوْمِ کَرِیْهَةٍ وَ سِدَادِ ثَغْرٍ

مامون نے پھر پوچھا کہ نضر! تمہارے پاس کتنا مال ہے؟

مرو میں تھوڑی سی زمین ہے۔

پوچھا تمہیں اور مال دے دیں کیا؟

کہا کہ میں آپ کے لطف و کرم کا محتاج ہوں۔

مامون نے خوش ہوکر وزیر فضل بن سہل کو غلام کے ذریعہ رقعہ بھیجا اور نضر بن شمیل کو اس کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ وزیر نے خط پڑھ کر پوچھا۔

نضر! تم کو امیر المومنین نے پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا ہے۔ یہ انعام کس بات پر ملا؟

انہوں نے جب واقعہ بتلایا تو وزیر نے کہا تم نے بڑی جرأت کی۔ امیر المومنین کی غلطی کی گرفت کی۔ نضر نے کہا ہرگز نہیں۔ یہ امیر المومنین کی غلطی نہ تھی بسلسلہ روایت میں یہ ہیثم سے ہوئی۔ امیر المؤمنین نے تو محدث ہیثم کے الفاظ کی پابندی کی۔

اس جواب پر خوش ہوکر وزیر نے بھی اپنی طرف سے تیس ہزار درہم انعام دیئے۔ اس پر علامہ یافعی لکھتے ہیں۔

فَاَخَذَ ثَمَانِیْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ بِحَرْفٍ اُسْتُفِیْدَ مِنْهُ۔

یعنی ایک لفظ کے افادہ پر اسی ہزار درہم انعام ملا۔ (مرأۃ الجنان ج ۱ ص...)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۲۰۴ھ

حافظ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الامام العلم حبر الامۃ کے لفظوں سے کیا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ دنیا کے تمام اہل علم و اہل قلم پر امام شافعی کے علوم کا احسان الی یوم القیامہ باقی رہے گا۔

امام شافعیؒ نے بحالت یتیمی وغریبی علم دینی حاصل کیا۔ فرماتے ہیں۔ میں اپنی ماں کی گود میں یتیم تھا اور ماں کے پاس اتنی استطاعت نہ تھی کہ وہ میرے علم کے لئے معاوضہ دے سکتیں۔
(صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص۱)

لیکن حصول علم کے بعد خلفاء و امراء عباسیہ نے آپ کی بڑی قدر دانی کی اور معاشی فکر سے آزاد کر دیا۔

علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید نے امام شافعی اور امام محمد بن حسن شیبانی صاحب مؤطا امام محمد کے درمیان مناظرہ کرایا۔ امام شافعی اپنے کمال علم و معرفت سے ان پر فتحیاب ہو گئے تو خلیفہ نے امام شافعی کو خلعت اور سواری عنایت فرمائی۔ اور پچاس ہزار درہم نقد بطور صلہ و انعام عطا فرمایا۔ (مرآۃ الجنان ج ۲ ص۶۵)

ملکہ زبیدہ امام شافعی کے پاس منقش چادروں اور کپڑوں کے تھان پر تھان بھیجا کرتی تھیں۔
(تہذیب الاسماء ج ۱ ص۵۸)

جب امام شافعی مصر تشریف لے گئے تو مالکی مذہب کے ایک فقیہ عبداللہ بن الحکم نے جو امیر بھی تھے۔ امام شافعی کی خدمت میں ہزار دینار اپنی طرف سے اور دو ہزار دینار اپنے دوسرے دوستوں کی طرف سے پیش فرمائے۔ (مرآۃ الجنان ج ۲ ص۵۸ و مقدمہ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص۱۴)

ایک دفعہ امام شافعی یمن تشریف لے گئے۔ جب دیار یمن سے واپس ہوئے تو امراء یمن کا عطا کردہ عطیہ آپ کے پاس بیس ہزار دینار تھا۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص۱۴۵)

ایک دفعہ امام شافعی صنعاء اور یمن گئے وہ وہاں کے امراء نے دس ہزار دینار سرخ تدرا نہ پیش کیا۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص۵۷)

امام شافعی اپنی فارغ البالی، خوشحالی اور معاشی بے فکری کا حال خود بیان کرتے ہیں ۔
فرماتے ہیں ۔ لَوْ كُلِّفْتُ بَصَلَةً مَا عَرَفْتُ مَسْئَلَةً ۔
اگر محض پیاز ہی کے لئے مجھے تردد کرنا پڑتا تو مجھ کو ایک مسئلہ کی بھی بصیرت اور معرفت حاصل نہ ہوتی ۔
بے شک علمی اور تصنیفی کاموں کے لئے اہل علم اور اصحاب تصنیف کا بے فکر اور فارغ البال ہونا
ازحد ضروری ہے ۔

محمد بن عمر واقدی متوفی سنہ ۲۰۷ھ

حافظ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الحافظ البحر من اوعیۃ العلم کے لفظوں میں فرمایا ہے ۔ یہ بغداد کے قاضی تھے اپنے وقت کے بڑے امام اور تصانیف کثیرہ کے مصنف ہیں ۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۳۱۸)

علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ آپ مغازی کے عالم اور مصنف تھے ۔ ان کی معلومات اور حافظہ کی کتابیں ۱۲۰ اونٹوں کا بوجھ تھیں ۔ خلیفہ مامون آپ کا بڑا قدر دان تھا ۔ ایک بار اپنے مقروض ہونے کی کیفیت خلیفہ کے پاس لکھ کر بھیجی ۔ مامون نے خط کی پشت پر لکھا ۔
فِيكَ خُلَّتَانِ سَخَاءً وَحَيَاءً ۔
یعنی آپ میں دو صفتیں ہیں ایک جود و سخا اور دوسری حیاء و سخاوت ۔
ان کی وجہ سے آپ تنگ دست ہوتے ہیں ۔ شرم و حیا کی وجہ سے پوری ضرورت بیان نہیں کر پاتے ۔ اس لئے آپ نے جس قدر طلب کیا ہے میں اس کا دوگنا بھیج رہا ہوں ۔ پھر بھی اگر کم ہو تو مطلع فرمائیں ۔ اور اپنی سخاوت اور بسط ید کو کم نہ کریں ۔ (مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۳۷)

مسعودی نے مروج الذہب میں اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے کہ ایک بار واقدی نے اپنے ایک ہاشمی دوست کے پاس معاشی تنگ دستی کی شکایت کی ۔ اس نے ایک ہزار درہم کی سربمہر تھیلی بھیجدی ۔ ابھی ان کے پاس یہ تھیلی پہنچی ہی تھی کہ واقدی کو ایک خط ملا جس میں ان کے ایک دوست نے اپنی پریشانی اور تنگی کا قصہ سنایا ۔ واقدی نے وہی سربمہر تھیلی خط لانے والے قاصد کے حوالے کردی ۔ کہتے ہیں کہ گھر میں کچھ نہ تھا سخت مجبوری تھی لیکن دوست کی ضرورت کو ترجیح دی اور اہلیہ کے خوف سے رات مسجد میں گذار دی ۔ صبح ہوئی تو وہی ہاشمی دوست اس سربمہر تھیلی کو لے کر میرے پاس

حاضر ہونے جسے پہلے اس نے میرے پاس بھیجا تھا۔ اور کہنے لگا کہ اس تھیلی کا قصہ سنایئے تو میں نے اپنے دوسرے دوست کی ضرورت پر بعینہٖ بھیج دینے کا واقعہ سنایا اور اس نے کہا آپ مجھ سے سنئے۔ آپ نے جس دوست کو یہ تھیلی بھیجی تھی اس سے یہ تھیلی مجھے واپس مل گئی۔ صورت یہ ہوئی کہ جس وقت آپ نے مجھے اپنی شکایت لکھی تھی اس وقت میرے پاس بجز اس ایک ہزار درہم کے کچھ نہ تھا۔ میں نے وہی تھیلی سربمہر آپ کو بھیجدی لیکن اپنی ضروریات کے پیش نظر ایک دوسرے دوست کو تکلیف دی یہ وہی دوست نکلا جو اپنی تنگ حالی لکھ کر آپ سے یہ تھیلی منگوا چکا تھا۔ لیکن جب اس دوست کو میرا خط ملا تو اس نے بعینہٖ یہی تھیلی مجھ کو بھیجدی تو میں حیران رہ گیا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ بہر حال یہ خبر کسی طرح خلیفہ مامون الرشید کو پہنچی تو اس نے علامہ واقدی کو طلب فرمایا اور پورا قصہ سننے کے بعد ہر سہ دوستوں کو دو دو ہزار دینار اور واقدی کی بیوی کو مزید ایک ہزار دینار بطور انعام عطا فرمایا۔ (مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۳۹)

فراء نحوی متوفی ۲۰۷ھ

علامہ ذہبی نے فراء کا تذکرہ اخباری علامہ نحوی کے الفاظ سے کیا ہے اور لکھا ہے کہ فراء بے نظیر حافظہ کا مالک تھا۔ اس نے تمام تصانیف کو اپنی قوتِ حافظہ سے لکھا ہے۔
(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۴۸)

علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ خلیفہ مامون الرشید کی طرف سے اس کے ولی عہد شہزادوں کی تعلیم و تربیت پر مامور تھے۔ اسی طرح شاہی دار التصنیف میں بڑے ساز و سامان اور لوازمات کے ساتھ تصنیف کا کام کرتے تھے۔

ان کے زمانہ تعلیم و تدریس کا ایک واقعہ ہے۔ ایک بار فراء نحوی کسی ضرورت سے باہر نکلے تو ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کو دونوں شہزادے دوڑ پڑے۔ خفیہ نویسوں نے اس واقعہ کی اطلاع مامون تک پہنچائی۔ مامون الرشید نے فراء کو سرِ دربار بلایا اور پوچھا۔

مَنْ اَعَزُّ النَّاسِ۔ سب سے زیادہ عزیز کون ہے؟

فراء نے کہا کہ امیر المومنین کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔

مامون نے کہا سب سے افضل الناس وہ ہے جس کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لئے شہزادے دوڑ پڑیں۔

فراء نے کہا میں اس سے شہزادوں کو روکنا چاہتا تھا مگر ان کی دل شکنی کی خاطر منع نہ کر سکا۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے حضرت حسنؓ حسینؓ کی رکاب کو سواری کے وقت تھاما ہے۔

اس پر مامون الرشید نے کہا کہ اگر آپ شہزادوں کو روکتے تو میں آپ کو ملامت کرتا۔ کیونکہ تین مواقع ایسے ہیں کہ وہاں تواضع کرنے سے انسان کا مقام گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔ ایک بادشاہ کے سامنے۔ دوسرے والدین کے سامنے۔ تیسرے استاد کے سامنے۔ یہ کہہ کر مامون الرشید نے دونوں شہزادوں کو دس ہزار دینار انعام دیئے اور فراء کو دس ہزار درہم کا عطیہ اور خلعت شاہی عطا کیا۔ (مرأۃ الجنان ج ۲ ص ۴۰)

اصمعی لغوی متوفی سنہ ۲۱۶ھ

سنن نبویہ کے علم کے ساتھ ساتھ خاص طور پر لغت وادب اور اشعار و حکایات کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ امام اصمعی اس پر بہت خوش تھے کہ امام مالک جیسے عظیم المرتبت امام و فقیہہ نے ان سے اخذ حدیث کی ہے۔ (فتح المغیث للسخاوی و تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۲۷۳)

کمال حافظہ اور ذہنیت کے سبب ہمیشہ شاہی عطیات اور انعامات سے مالامال رہے۔

ایک واقعہ علامہ یافعی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک بار امام اصمعی اور دیگر علماء و فضلاء امیر حسن بن سہل کی مجلس میں حاضر تھے۔ وہاں اس کے پیش کار مختلف عرضیاں پیش کیں جس پر امیر حسن بن سہل فرامین و احکامات لکھواتے گئے۔ اس کے ختم ہوتے ہی علمی مجلس جمی اور امام زہری اور امام شعبی کے کمال حافظہ کی باتیں ہونے لگیں۔ تو امام لغت ابو عبید نے کہا کہ وہ تو پچھلے واقعات ہیں۔ یہاں تو خود اصمعی کمال حافظہ کے نادر نمونے ہیں۔ امیر نے اصمعی سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ جس دفتر پر میری ایک بار نظر پڑ جائے۔ اس کی تمام مندرجات میرے حافظہ میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتی ہیں۔ امیر حسن بن سہل نے چاہا کہ حدیث کے کسی دفتر کو منگوا کر ان کا امتحان

لیا جائے تو اصمعی نے کہا کہ دفتر احادیث پر تو بار ہا نظر پڑی ہے۔ اس سے آپ کیا تجربہ کریں گے۔ جس کو میرے حافظہ نے ایک بار کے سماع نے محفوظ کر لیا ہے۔ اس کا تجربہ کیجئے جو پچاس عرضیاں آپ کے سامنے پیش ہوئیں اور آپ نے ان پر فرامین و احکام لکھوائے وہ سب میرے حافظہ میں محفوظ ہو گئے ہیں۔

اس پر تمام عرضیاں اور ان پر لکھے ہوئے فرامین ایک طرف رکھ دیئے گئے اور دوسری طرف اصمعی نے اپنے حافظہ سے ایک ایک عرضی کو مع اصل فرمان کے سنانا شروع کیا کہ پہلا عریضہ فلاں بن فلاں کی طرف سے ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں اور آپ کا فرمان و حکمنامہ ان لفظوں میں ہے۔
جب سنتالیس عرضیوں کو امیر نے اس شان سے سن لیا کہ نہ عرضیوں کے الفاظ بدلے اور نہ ان پر لکھے ہوئے فرامین کے لفظوں میں ردو بدل ہوا۔ تو امیر نے کہا بس کیجئے اور اسی وقت پچاس ہزار درہم بطور انعام دیا۔ (مرأۃ الجنان ج ۲ ص ۶۵)

ایک بار اصمعی نے ہارون الرشید سے ایک زمین کے لئے درخواست دی۔ وہ زمین خرید کر اس کے حوالے کر دی گئی۔ (مرأۃ الجنان ج ۲ ص ۶۶)

ایک بار ہارون الرشید نے دربار کے علماء اور ادباء سے پوچھا۔
وَمَنْ یَّسْأَلُ الصُّعْلُوْكَ اَیْنَ مَذَاهِبُهٗ کا پہلا مصرعہ کیا ہے؟ جب کوئی شخص برمحل جواب نہ دے سکا تو اسحاق بن موصلی نے کہا کہ میں اصمعی کے پاس جاتا ہوں حالانکہ وہ بیمار ہیں مگر وہی اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ خلیفہ ہارون نے کہا کہ خالی ہاتھ نہ جاؤ ان کی دوا وغیرہ کے اخراجات کے لئے ایک ہزار دینار ہمراہ لیتے جاؤ۔ یہ گئے اور عرض حال کیا تو اصمعی نے فوراً ایک رقعہ پر لکھا کہ یہ ابو سناس نہشلی کے اشعار ہیں اور پورا قصیدہ اس طرح ہے اور اس شعر کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔ وَسَائِلَةٍ اَیْنَ الرَّحِیْلُ وَسَائِلٌ

ومن یسال الصعلوك این مذاهبه

(مرأۃ الجنان ج ۲ ص ۷۳)

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ علم و فضل کی قدر دانی کس طرح ہوتی تھی۔ اور خلفاء و امراء اسلام علماء کرام کی علالت و بیماری میں کس طرح خبر گیری کرتے تھے۔

امام نووی اصمعی کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ ہارون الرشید نے اپنے مخصوص اہل دربار میں اصمعی کو جگہ دی تھی اور جوائز کثیرہ وعطیات سے ہمیشہ سرفراز رکھا۔ (تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۲۷۴)

عفان بن مسلم متوفی سنہ ۲۲۰ھ

حافظ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الحافظ الثبت محدث بغداد کے لفظوں میں فرمایا ہے۔ خلیفہ مامون کی طرف سے پانچ سو درہم آپ کا ماہانہ وظیفہ مقرر تھا۔ فتنہ خلق قرآن کے وقت مامون نے اپنے حاکم اسحاق بن ابراہیم کے پاس خط لکھا۔ قاضی اسحاق نے آپ کو بلا کر پوچھا۔ آپ نے خلق قرآن کا انکار کر دیا۔ قاضی نے کہا

يَا شَيْخُ اِنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَقْطَعُ عَلَيْكَ مَا تَجْرِیْ عَلَيْكَ۔

یعنی اس صورت میں امیر المومنین آپ کا وظیفہ بند کر دیں گے۔

جواب دیا۔

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝

(تذکرۃ ج ۱ ص ۳۴۵ وصفۃ الصفوۃ ج ص ۴)

علامہ ابوعبید قاسم بن سلام متوفی سنہ ۲۲۴ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الامام المجتہد البحر اللغوی الفقیہ کے لفظوں میں فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ آپ بہت سی تصنیفات کے مصنف ہیں اور ہر کتاب اپنے مصنف کی جلالت شان اور عظمت علمی کا پتہ دیتی ہے۔ امام احمد نے ان کے استاد وقت ہونے کی شہادت دی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶)

امام نووی نے لکھا ہے کہ انہوں نے ہر فن میں کتابیں لکھی ہیں اور سب کتابیں اچھی ہیں۔ اور کتاب الاموال سب سے بہتر تصنیف ہے۔ (تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۲۵۷)

علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ جب علامہ ابوعبید قاسم بن سلام نے کتاب غریب الحدیث کو چالیس برس کی مسلسل محنت وسعی اور دماغ سوزی سے تیار کیا تو اپنی اس بے نظیر تصنیف کو امیر وقت

عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں پیش فرمایا۔ امیر نے اس کو دیکھا اور بے حد پسند فرمایا اور اس پر یہ الفاظ لکھے۔

حَقِیْقٌ اَنْ لَّا یُخْرَجُ صَاحِبُهٗ اِلٰی طَلَبِ الْمَعَاشِ۔

یعنی ایسے فاضل مصنف کو معاشی الجھنوں سے آزاد رکھنا ہمارا ایک ضروری فرض ہے۔

چنانچہ دس ہزار درہم ماہوار ان کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ الفاظ یہ ہیں۔

وَ اَجْرٰی لَهٗ عَشْرَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ فِیْ كُلِّ شَهْرٍ (مرآۃ الجنان ج ۲ ص۸۴)

وظیفہ کا حال تو آپ نے سن لیا۔ اب علمی وقار قائم کرنے کے سبب وظیفہ دوچند ہو جانے کا واقعہ سنئے۔

علامہ محمد حامد فقی لکھتے ہیں کہ جب امیر عبداللہ بن طاہر کے لڑکے طاہر حج کے ارادے سے سفر کرتے ہوئے خراسان پہنچے تو انہوں نے اپنے گورنر سے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں علماء محدثین خراسان سے کچھ روایات واحادیث کا سماع کرنا چاہتا ہوں۔ گورنر کی طلبی پر بہت محدثین خراسان اور فقہاء، امام ابونصر بن الاعرابی وغیرہ حاضر ہو گئے مگر ابوعبیدہ نے آنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا اہل علم کے پاس طالب علم کو خود آنا چاہیئے۔ گورنر کو یہ جواب ناگوار خاطر ہوا اور وظیفہ بند کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد وظیفہ بند کئے جانے کی اطلاع امیر عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیجدی۔ وہاں سے امیر عبداللہ بن طاہر نے جواب دیا کہ امام ابوعبیدہ نے بالکل صحیح فرمایا۔ بے شک علم والوں کے پاس خود جانا چاہیئے۔ اس کے بعد گورنر کو حکم دیا۔

قَدْ اَضْعَفْتُ لَهُ الرِّزْقَ مِنْ اَجْلِ فِعْلِهٖ فَاَعْطِهٖ۔

میں نے اس طریق کار کو پسند کیا اور آج سے ان کا وظیفہ دگنا کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اب سے تم ان کو دگنا دیا کرو۔ (تعارف کتاب الاموال ص۶)

اس مستقل وظیفہ کے علاوہ مختلف عطیات ملا کرتے تھے۔ ایک واقعہ ان کی عاقلانہ قناعت کا ہے جو زیادتی دولت کا موجب ہوا۔ امام ابوعبید کو ایک اور امیر وقت نے بلایا۔ امیر عبداللہ بن طاہر نے اجازت دے دی۔ امام گئے اور کچھ دن رہ کر جب واپس ہونے لگے تو اس امیر نے تیس ہزار درہم بطور شکرانہ آپ کو عنایت فرمائے۔ امام نے اس خطیر رقم کی

طرف التفات نہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں ایسے شخص کا ہم نشین و رفیق ہوں جس نے دوسروں کے صلات و عطیات سے مجھ کو بے نیاز کر دیا ہے"

بہرحال علامہ نے قبول نہ فرمایا۔ اس واقعہ کی اطلاع جب کسی طرح امیر عبداللہ بن طاہر کو ہوئی تو علامہ کی اس قناعت اور غائبانہ اظہارِ تشکر سے بے حد متاثر ہوا۔ اور تیس ہزار درہم کی بجائے تیس ہزار دینار بھیجدیا۔ چونکہ تیس ہزار درہم کے تین ہزار دینار ہوتے ہیں۔ بنابریں تیس ہزار دینار کے تین لاکھ درہم ہوئے۔ علامہ ابوعبید نے قبول فرمایا اور شکریہ میں یہ الفاظ لکھے۔ اَیُّھَا الْاَمِیْرُ قَدْ قَبِلْتُھَا وَلٰکِنْ اَغْنَیْتَنِیْ بِمَعْرُوْفِکَ وَبِرِّکَ۔

یعنی اے امیر المومنین میں نے قبول کیا۔ حالانکہ آپ نے اپنے سابقہ انعامات و احسانات سے مجھے یوں ہی بے نیاز کر دیا ہے۔ (تعارف کتاب الاموال ص۴ وتہذیب الاسماء ج۲ ص۲۵۷)

قاضی احمد بن ابی داؤد متوفی سنہ ۲۴۰ھ

یہ خلیفہ معتصم باللہ کے دور خلافت میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے۔ حکومت کی طرف سے اس عہدہ جلیلہ پر جو معقول وظیفہ مقرر تھا۔ اس کے علاوہ مختلف شاہی عطیات بھی ملتے تھے۔ ازاں جملہ یہاں ایک واقعہ معروض کیا جاتا ہے جو اس طرح ہے۔ کہ ایک بار اہل جزیرہ میں سے ایک شخص پر خلیفہ معتصم باللہ بے حد خفا ہوا اور معاملات میں زیادہ تامل کے بغیر اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ جلاد شمشیر برہنہ لے کر حاضر ہو گیا اور خون جذب کرنے والا چمڑا در بار میں بچھ گیا۔ قاضی احمد نے خلیفہ سے معاملہ کی نزاکت پر توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ اے امیر المومنین عدل کو مقدم رکھئے۔ اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔

یہ سنکر خلیفہ نے سکوت اختیار کیا۔ اس اثناء میں قاضی احمد کو پیشاب کا شدید تقاضا محسوس ہوا مگر ان کو یہ خطرہ تھا کہ میرے چلے جانے سے ممکن ہے غصہ میں یہ شخص قتل کر دیا جائے۔ اس لئے علیحدہ ہونا پسند نہ کیا اور ادہر تقاضا اس قدر شدید کہ پیشاب روکنے پر بھی قدرت باقی نہ رہ گئی تو کچھ کپڑے سمیٹ کر اس میں پیشاب کو جذب کیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو خلیفہ کے قہر و عتاب

سے نجات دلا دی تو باہر نکلا۔ یکایک خلیفہ کی نظر میرے بھیگے ہوئے کپڑے پر پڑ گئی تو مجھ سے پوچھا کیا یہاں کچھ پانی تھا۔ اس پر انہوں نے تفصیل سے پورا واقعہ سنایا۔ معتصم نے ان کے اس جذبۂ ہمدردی کی تعریف کی اور ایک شاہی خلعت اور ایک لاکھ بطور انعام دیا۔ (مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۱۲۴)

ایک بار احمد بن ابی داؤد کی بیماری میں خلیفہ معتصم عیادت کے لئے پہنچا تو کہا میں نے نذر مانی ہے کہ آپ کی صحت پر دس ہزار دینار صدقہ کروں گا۔

کہا کہ یہ دس ہزار حرمین شریفین کے رہنے والوں پر خرچ کر دیجئے وہاں آج کل قحط و گرانی ہے۔

معتصم نے کہا کہ اس رقم کو اہل بغداد پر خرچ کرنے کی میں نے نیت کر لی ہے۔ لیکن آپ کے حسب تحریک حرمین کے لئے علیحدہ دس ہزار دینار بھیجدوں گا۔ (مستطرف ۱ ص ۱۱۷)

نوٹ :- یہ ابن ابی داؤد فتنۂ خلق قرآن کا بانی مبانی تھا۔ امام احمد بن حنبل اور دیگر علماء حقانی اس تحریک سے بڑی صبر آزما آزمائشوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے۔ خلیفہ متوکل کے عہد میں اس کو علماء دین کو ستانے کی سزا مل گئی۔ قاضی القضاۃ کے عہدے سے معزول کیا گیا۔ تمام مال و متاع بھی حکومت ضبط کر لیا گیا اور فالج کے عارضہ میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ لیکن جیسا کہ یافعی نے لکھا ہے کہ کسی شدید اجتہادی غلطی اور علمی مغالطہ کے سبب دیگر محاسن اخلاق کا انکار مناسب نہیں ہے۔ اس لئے میں نے علماء کی صف میں اس کا شمار کر لیا۔ حالانکہ ذوق پر امام احمد بن حنبل کے ستانے کی وجہ سے گرانی ضرور ہے۔

امام عسکری متوفی سنہ ۲۵۴ھ

یہ حضرت علی کے صاحبزادے حضرت حسین کی نسل سے ہیں۔ علم و فقہ کے امام وقت تھے۔ زہد و عبادت میں ممتاز تھے۔ ایک بار خلیفہ متوکل نے ان سے کوئی فتوے پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ متوکل نے چار ہزار درہم کا عطیہ دیا۔

ایک بار کسی نے خلیفہ سے چغلی کھائی کہ ان کے گھر میں اسلحہ ہے اور یہ خود خلافت کے مدعی ہیں۔ خلیفہ نے کہا چھاپہ مار کر جس حال میں ہوں اسی حال میں لے آؤ۔ یہ جالی کا ایک کرتہ پہنے ہوئے

قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے. اسی حالت میں گرفتار ہو کر لائے گئے. خلیفہ متوکل نے تعجب یہ حال دیکھا تو بڑا متاثر ہوا. عزت و تکریم کے ساتھ بٹھایا. خلیفہ نے کچھ نصیحت آمیز چیزوں کے سننے کا اصرار کیا. آپ نے چند عبرت انگیز شعر پڑھے جنہیں سنکر متوکل زار و قطار رو دیا اور آنسوؤں سے اس کی ڈاڑھی تر ہو گئی. دیر تک رونے سے جب سکون پیدا ہوا تو امام عسکری سے پوچھا کہ آپ پر کچھ قرض ہو تو بتایئے. فرمایا چار ہزار دینار مجھ پر قرض ہے. فوراً خزانچی کو حکم دیا کہ یہ رقم عطا کر دے اور عزت و تکریم سے رخصت کیا. (مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۱۳۱)

آل احمد بن حنبلؒ

خلیفہ متوکل نے امام احمد بن حنبل کے پاس بار بار عطیات اور مال عظیم بھیجا مگر امام نے قبول نہیں کیا. خلیفہ نے اپنے خاص قاصد کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ آپ خود خرچ کرنا نہیں چاہتے تو اپنے اہل و عیال کو دیدیجئے. فرمایا ان کو بھی کچھ ضرورت نہیں ہے. لیکن بایں ہمہ امام کی لاعلمی میں امام کے صاحب زادگان کے لئے چار ہزار دینار ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا. امام صاحب کو جب اطلاع ہوئی تو امام نے متوکل سے فرمایا.

اِنَّهُمْ فِیْ کِفَایَةٍ وَلَیْسَتْ بِهِمْ حَاجَةٌ۔

یعنی ان کا گزارا ہو رہا ہے ان کے لئے کافی ہے اور کوئی حاجت نہیں ہے.

لیکن متوکل نے وظیفہ برابر جاری رکھا. امام کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں.

فَلَمْ یَزَلْ یُجْرِیْ عَلَیْنَا حَتّٰی مَاتَ الْمُتَوَکِّلُ۔

متوکل کی خلافت تک یہ وظیفہ جاری رہا. (مسند احمد مع تعلیق احمد محمد شاکر جلد اول ص ۱۱۱)

امام احمد کا گزر بسر اس زمین کی پیداوار سے ہوتا رہا جو آپ کو وراثت میں ملی تھی. (مناقب احمد ص ۲۲۴)

علاوہ ازیں چند مکانات بھی کرایہ پر چلتے ہیں. (مناقب احمد لابن الجوزی ص ۲۴۰)

امام حزلی متوفی ۲۵۸ھ

امام حزلی کا ذکر خیر علامہ ذہبی نے الامام الحافظ الشیخ کے الفاظ میں کیا ہے. ان کی نفیس ترین

کتاب غریب الحدیث ہے خلیفہ معتضد نے ان کی علمی قدردانی اور معاشی فارغ البالی کے لئے دس ہزار درہم بھیجے لیکن آپ نے واپس کر دیئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۴۷)

علامہ ابن الجوزی نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ وہ اطراف وجوانب کے امراء کے ہدایا اور تحائف کو قبول فرماتے تھے۔ اسی طرح درہم و دینار جو سربمہر تھیلیوں میں پوشیدگی سے بھیجے جاتے وہ قبول فرماتے۔

ایک امیر کبیر نے سفر حج کی واپسی پر دو او نٹوں پر چاندی کے سکوں کو لاد کر گمنام طور پر روانہ خدمت کیا۔ آپ نے اس کو قبول کیا۔ جب امام ہزلی نے بھیجنے والے کا پتہ پوچھا تو قاصد نے کہا کہ مجھ سے نام نہ بتلانے پر قسم لی گئی ہے۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳)

خطیب بغدادی نے آپ کے علم وفقہ اور حفظ حدیث کے ساتھ آپ کے کمال زہد وورع کی تعریف فرمائی ہے۔ اور لبسا اوقات آپ کو اہل دل امراء کی طرف سے جو عطیات ملتے رہے ہیں ان کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

ایک گمنام محسن کا واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ابراہیم حزلی کے مکان پر اونٹ والا آیا اور اس نے پوچھا کہ ابراہیم حزلی کا مکان کون سا ہے؟

آپ بولے میں ابراہیم حزلی ہوں اور یہ مکان میرا ہے۔

اونٹ والے نے اونٹ بٹھایا اور اونٹ کے دونوں طرف کے بوجھ کو اتارا اور بولا یہ کاغذ ہے جسے خراسان کے ایک آدمی نے میرے حوالے کیا ہے کہ اس کو آپ تک پہنچا دوں۔ امام نے بھیجنے والے کا نام پوچھا تو قاصد نے کہا کہ مجھ سے نام نہ بتلانے پر قسم لی گئی ہے۔ لہٰذا نام نہیں بتلا سکتا۔ (تاریخ بغدادی ج ۵ ص ۳۳)

میرا یہ خیال ہے کہ یہ خراسان کے مشہور شہر مرو کے مشہور فیاض عالم عبداللہ بن مبارک ہوں گے۔ وہ وقت عجیب تھا کہ اہل علم کی بہر صورت خدمت کی جاتی تھی۔ نقود ضروریات زندگی، ضروریات تصنیف وتالیف میں سے ہر چیز کا انتظام اہل اللہ بہم پہنچا دیتے تھے۔

یحییٰ قطان رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابن ابی حاتم نقل کرتے ہیں کہ اہل علم کے لئے چین کے امراء اسلام کاغذ کا انبار چین سے بھجا کرتے تھے۔ محدثین کرام یحییٰ قطان وغیرہ نے کاغذات چین بارہا وصول فرمایا ہے۔

(تقدمۃ الجرح والتعدیل ص۳۰۱) (مناقب احمد لابن الجوزی ص۲۳۶)

وہ ایسا دور تھا کہ عوام تک اپنے اہل علم کی خدمت کرتے تھے حسن بن حسین رازی بیان کرتے ہیں کہ میں مصر میں ایک سوداگر کے پاس گیا۔ اس نے مجھ سے امام احمد بن حنبلؒ کا حال پوچھا۔ میں نے کہا کہ میں انہی کے پاس سے آرہا ہوں اور ان کی حدیثوں کو لکھتا رہا ہوں۔ اس اطلاع کے بعد اس نے مجھ سے کسی سودا کی قیمت نہیں لی۔ میرے اصرار پر اس نے کہا کہ

لَا اٰخُذُ ثَمَنًا مِمَّنْ يَعْرِفُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ۔ (تہذیب الاسماء ج ا ص۱۱۲)

یعنی میں امام احمد سے تعارف و تعلق رکھنے والوں سے ایک پائی بھی نہیں لے سکتا۔

ایک خراسانی تاجر نے امام احمد کی خدمت میں دس ہزار کی رقم پیش کی اور کہا میں نے فلاں سامان خریدا تھا اور نیت کر لی تھی کہ اس کا سب نفع امام احمد کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس میں دس ہزار نفع ہوا ہے اسے قبول فرمائیے۔ امام احمد نے شکریہ اور دعا فرما کر رقم واپس کر دی۔

(مناقب احمد ص۲۳۳)

اللہ اللہ اہل علم سے کیا عقیدت تھی۔ اور علم کی کیسی قدر و قیمت تھی۔

امام الحدیث یحییٰ بن مصیل رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ امام ابن مصیل کے پاس محدث زمانہ اور امیر وقت یزید بن ہارون نے پانچ پانچ سو کا عطیہ بھیجا اور امام نے اسے قبول فرمایا۔ (مناقب احمد لابن الجوزی ص۲۲۸)

✗ امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ

امام بخاری کے مشہور استاد امام علی بن مدینی کو ایک سند کی تحقیق پر دس ہزار درہم بطور زاد راہ خلیفہ معتصم کی طرف سے ملا۔ اور کپڑوں کے تھان اور خوشبو و عطریات کی چیزیں اور سواری کا جانور مع لگام و زین وغیرہ مزید دیا گیا۔ اور بغداد خلیفہ معتصم کے پاس چند روزہ قیام پر اثاث

البیت اور دانش کی چیزیں اس افراط اور کثرت سے دی گئیں کہ بقول امام علی بن مدینی وہ دو برس کے لئے کافی تھیں۔ (مناقب احمد ص۳۹۶)

محمد بن ابراہیم بوشنجیؒ متوفی سنہ ۲۹۰ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الامام العلامہ الحافظ الفقیہ کے لفظوں میں کیا ہے۔ یہ جلیل القدر امام ہیں۔ حافظ ابو عمرو خفاف اور محدث ابن خزیمہ ان کی سواری کی رکاب تھاما کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے معاشی گذارہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ میرے پاس امرائے خراسان، امیر صنعاء اور اس کے بھائی کی طرف سے اب تک سات لاکھ درہم پہنچ چکے ہیں۔ (تذکرہ ج ۲ ص۲۰۷)

محمد بن نصر مروزیؒ متوفی سنہ ۲۹۴ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الامام شیخ الاسلام کے الفاظ سے کیا ہے۔ ان کے وظیفہ کے متعلق لکھا ہے کہ اسماعیل بن احمد والی خراسان کی طرف سے چار ہزار درہم سالانہ مقرر تھا۔ اور امیر اسحاق بن احمد کی طرف سے بھی چار ہزار سالانہ مقرر تھا۔ اور سمرقند کے اہل خیر تاجروں کی طرف سے چار ہزار سالانہ مقرر تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص۲۰۲ وتہذیب الاسماء للنووی ج ۱ ص۹۳)

ابن ابی داؤد سجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی سنہ ۳۱۶ھ

علامہ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر الحافظ العلامہ قدوۃ المحدثین الحافظ الکبیر کے لفظوں میں کیا ہے۔ آپ امام ابو داؤد صاحب سنن ابو داؤد کے صاحبزادے ہیں خلیفہ مقتدر باللہ کی طرف سے آپ کا وظیفہ مقرر تھا۔ علامہ ذہبی نے اس سلسلہ میں ان کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ محدث ابن صاعد اور ابن ابی داؤد میں کچھ آویزش تھی۔ خلیفہ کے وزیر علی بن عباس نے چاہا کہ دونوں حضرات میں صلح ہو جائے۔ وزیر نے اس سلسلہ میں جو طریقہ اختیار کیا اس میں ابن ابی داؤد کو ناجائز محسوس ہوا تو فرمایا تم میرے اوپر اس وظیفہ کا ناجائز دباؤ ڈالتے ہو جو تمہاری معرفت مجھ کو ملتا ہے۔ آج کی تاریخ سے تمہارے ذریعہ میں ایک پائی بھی نہیں لوں گا۔ اور یہ کہہ کر دربار سے نکل گئے۔ خلیفہ مقتدر

یہ رنگ دیکھ کر ان کا وظیفہ ہمیشہ اپنے ہاتھوں وزن کر کے بھیجتا رہا۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

وَكَانَ الْمُقْتَدِرُ يَبْزُنُ رِزْقَهُ بِيَدِهٖ وَيَبْعَثُ بِهٖ فِي طَبَقٍ عَلٰى يَدِ الْخَادِمِ۔ (تذکرہ جلد ثانی صنن ۳)

یعنی خلیفہ مقتدر خود اپنے ہاتھ سے ان کا نقدی وظیفہ درہم و دینار تول کر ایک تھال میں رکھ کر اپنے مخصوص خادم کے ذریعے بھیجتا رہا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ شاہان وقت اور امراء کرام علماء و آئمہ کرام کی ناز برداری، خاطر داری اور دلجوئی کو باعث صد سعادت سمجھتے تھے۔

علامہ ابن درید لغوی متوفی ۳۲۱ھ

علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ جب علامہ ابن درید فارس سے بغداد آئے تو خلیفہ مقتدر نے ان کے علمی مشاغل کی آزادی کے لئے پچاس دینار ماہوار کا مستقل وظیفہ مقرر فرما دیا جو کہ زندگی کے آخری لمحات تک خزانہ شاہی سے ملتا رہا۔ (مرأۃ الجنان ج ۲ ص ۲۸۳)

ابو عثمان نحوی رحمہ اللہ تعالیٰ

علامہ یافعی نے لکھا ہے کہ آپ علم نحو اور علم ادب کے امام العصر تھے۔ امام ابو عبیدہ اور اصمعی کے شاگرد ہیں۔ اور امام مبرد وغیرہ کے استاد ہیں۔ کتاب سیبویہ کے عالم و ماہر تھے۔

ایک غیر مسلم نے خواہش ظاہر کی کہ آپ مجھے کتاب سیبویہ پڑھا دیں۔ اس کے عوض بطور صلہ میں آپ کو سو دینار دوں گا۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ ایک دوست کو معلوم ہوا تو اس نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ

کتاب سیبویہ میں مثالوں کے ذیل میں زائد از تین سو آیات قرآنی سے استدلال کیا گیا ہے۔ میری غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ میں مالی فائدے کے لئے اسے کتاب سیبویہ پڑھاؤں۔ اور کہیں آیات الٰہی کی بے ادبی اور بے حرمتی ہو جائے۔

لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کے نعم البدل کا یوں انتظام فرمایا کہ ایک مصرعہ پر نحوی علماء میں

اختلاف پیدا ہوا تو آپ کو ثالث بالخیر تسلیم کیا گیا۔ خلیفہ واثق باللہ نے آپ کو بصرہ سے طلب فرمایا اور آپ کی تحقیق پر اعتماد کیا۔ تو ایک ہزار دینار بطور انعام دیا۔ جب آپ بصرہ کو واپس آ گئے تو اپنے شاگرد ابو العباس مبرد سے فرمایا۔

رَدَدْنَا لِلّٰهِ مِائَةً فَعَوَّضَنَا أَلْفًا۔ (مرآۃ الجنان جلد ثانی ص۱۱۱)

یعنی ہم نے اللہ کے کلام کے احترام میں سو دینار کو واپس کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں مجھے ہزار دینار دے دیا۔

افادہ

تیسری صدی ہجری تک کے علماء کے دینی مشاغل وخدمات اور ان کے لئے وجہ سکون اور صورت معاش کے چند ایک واقعات آپ کی نظر سے گذرے۔ اسی تیسری صدی ہجری میں مصر کا جامعہ ازھر قائم ہوا۔ اس کی عمارت کی تکمیل کی تاریخ ۳۶۱ھ ہے۔ یہ جامعہ ازہر اسلامی دنیا کا سب سے قدیم اور بڑا دارالعلوم ہے جو آج تک اسی شان سے قائم ہے۔ اس میں صدہا اساتذہ اور تیس ہزار کے لگ بھگ طلباء قیام پذیر ہیں۔ جامعہ ازہر کے علماء وطلباء کے لئے سلاطین مصر کی جاگیریں وقف ہیں جن سے لاکھوں پونڈ سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ شیخ الازہر کا وظیفہ اور منصب تقریباً وہی ہے جو مصر کی وزارت عظمیٰ کا ہے۔ بہرحال جامعہ ازہر کا سالانہ بجٹ پندرہ لاکھ مصری گنیاں ہیں جب کہ مصری کی ایک گنی ہندوستان کے ۱۱۔۱۳ روپے کے برابر ہے۔

الجمعیۃ دہلی ۹ ستمبر ۱۹۵۷ء ازہر سے متعلق یہ تمام تفصیلات استاد محی الدین فاضل جامعہ ازہر مصر نے شائع کی ہیں اس سے پہلے بڑے آب وتاب کے ساتھ بغداد کے مدرسے جاری تھے۔ بعض باقی رہ گئے۔ بعض امتداد زمانہ اور انقلابات پیہم کی زد میں آکر فنا ہوگئے۔ مولانا حالی نے لکھا ہے۔ نظامیہ، نوریہ، مستنصریہ، عزیزیہ، زنبلیہ اور طاہریہ نفیسیہ، سیفیہ اور صاحبیہ، ارحیہ، اور عزیز اور ناصریہ تنہا نظامیہ کے خرچ اور طلباء کے آسائش اور علماء کے گراں قدر وظائف کے نظم میں وزیر نظام الملک اس قدر زر کثیر خرچ کرتا تھا کہ آج کے حساب سے تیس لاکھ روپیہ کی گراں قدر رقم ہوتی ہے۔

(تاریخ المشاہیر مؤلفہ قاضی سلیمان منصور پوری)

حالی مرحوم نے اپنے بند میں جن چند مدارس کا نام لیا ہے یہ سب سلاطین وقت کے ناموں سے موسوم ہیں اور ان کی سرپرستی میں جاری تھے۔ اب اس طویل سلسلہ کو چھوڑ کر ہم ہندوستان کے کچھ عرصہ قبل کے دور میں علمی سلسلہ کے حالات بیان کرتے ہیں۔

زمانہ ماضی میں علماء ہند

علماء ہند میں ایسی ہزاروں مثالیں ملیں گی کہ علماء کو شاہی وظائف ملتے تھے۔ مأثر الکرام نزہتہ الخواطر، تاریخ فیروز شاہی اور اسی طرح دوسری کتابوں اور رسالوں میں ایسے تذکرے موجود ہیں۔ لیکن اجمال اور اختصار کے ساتھ چند واقعات درج ذیل کرتا ہوں۔

علمائے دہلی

مورخ مقریزی نے لکھا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں صرف دہلی میں ایک ہزار ایسے مدرسے جاری تھے۔ اہل علم اور اساتذہ کے مشاہرے شاہی خزانہ سے ملتے تھے۔
(کتاب الحفظ للمقریزی ج ۲ ص ۱۳۴)

اسی طرح صبح الاعشیٰ کے مصنف قلقشندی متوفی ۸۲۱ھ نے بھی اس کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں پایۂ تخت میں ایک ہزار مدرسے تھے۔
(صبح الاعشیٰ ج ۵ ص ۶۹)

علمائے بیجاپور

سلطان محمد عادل شاہ جو سلطنت بیجاپور کا مشہور حکمران گزرا ہے۔ اس نے طلباء اور علماء کے کھانے میں ہمیشہ بریانی اور مزعفر کا بھی انتظام کر رکھا تھا۔ اور علماء کے ساتھ طلباء کا بھی ماہانہ وظیفہ مقرر تھا۔ (مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت جلد اول ص ۳۴۰)

علمائے صوبہ بنگال

بنگال جیسے پس ماندہ اور دور افتادہ علاقہ میں ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی شہادت کے مطابق

اسی ہزار مدرسے تھے ان کے مصارف کے لئے وظائف اور تنخواہ کی شکل میں امراء اسلام کی طرف سے چالیس لاکھ روپے سالانہ آمدنی کے اوقاف موجود تھے۔ (ہندوستانی مسلمان ص ۲۵۶)

ان اوقاف کے علاوہ سلاطین اور امراء بنگال نقد اور وظائف کے ذریعہ بھی اہل علم کی امداد کرتے تھے۔ (روشن مستقبل ص ۱۲۴)

علمائے روہیل کھنڈ

روہیل کھنڈ جیسے غیر معروف خطہ میں پانچ ہزار علماء مختلف مدارس میں درس دیتے تھے اور حافظ الملک حافظ رحمت خان کی ریاست سے اعلیٰ قدر مراتب سب کی تنخواہیں مقرر تھیں۔ (حیات حافظ رحمت خان ص ۲۷۴)

علماء دربار نجیب الدولہ

حضرت شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے کہ نجیب الدولہ کی سرکار سے نوسو علماء کو وظائف ملتے تھے۔ یہ وظائف پانچ روپیہ سے لیکر پانچ سو روپیہ ماہوار تک تھے۔ شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔

"نزد نجیب الدولہ نہ صد عالم بود ادنیٰ پنج روپیہ اعلیٰ پانچ صد روپیہ می یافت"۔ (ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۸۱)

شیخ رکن الدین ملتانی

علامہ سید عبدالحی نے اپنی گراں قدر تصنیف نزہتہ الخواطر میں لکھا ہے کہ شیخ رکن الدین جب سلطان علاؤالدین خلجی کے پاس آتے تو سلطان اٹھ کر استقبال کرتا اور تخت گاہ تک لاتا اور تشریف فرمائی کے شکریہ میں دو لاکھ دینار سرخ دیتا اور پانچ لاکھ دینار رخصت ہونے کے وقت شیخ کے نذرانے میں پیش کرتا۔ آخری الفاظ یہ ہیں۔

خَمْسُ مِائَةِ اَلْفِ دِیْنَارٍ یَوْمَ الْوِدَاعِ ۔ (نزہتہ الخواطر ص ۲)

شیخ عبدالعزیز اردبیلی

یہ ہندوستان کے ان اکابر اہل علم میں سے ہیں جنہوں نے شیخ ابن تیمیہؒ سے بھی علم حاصل کیا تھا۔ جب تعلیم کے مراحل طے کر کے اپنے وطن ہندوستان آئے۔ محمد شاہ تغلق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محمد شاہ نے آپ سے حدیث کا سماع کیا اور وعظ سننے کے بعد اس نے آپ کے دونوں قدموں کو بوسہ دیا اور سونے کی سینی میں دو ہزار اشرفیوں کو پیش کر کے ہدیہ کیا اور کہا

هِيَ لَكَ مَعَ الصِّينِيَّةِ ۔ آپ کی خدمت میں مع سینی کے نذر ہے۔

(نزہۃ الخواطر ص ۶۹)

مولانا عضدالدین دہلوی

مولانا سید عبدالحی نے آپ کے علم و فضل کی تعریف کی ہے۔ نیز لکھا ہے کہ جب محمد شاہ تغلق تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے استاد مولانا عضدالدین کو چار لاکھ تنکہ گجراتی سکہ کا عطیہ انعام میں دیا۔ (ایضاً ص ۷۰)

شیخ ناصرالدین ترمذی

علامہ سید عبدالحی نے آپ کے جلالت علم اور فضل و کمال کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے کہ جب آپ سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں دہلی وارد ہوئے تو اس نے شیخ کو ایک ریشمی خیمہ میں ٹھہرایا اور صندل کے تخت پر بٹھا کر وعظ سنا۔ وعظ کے بعد بادشاہ نے معانقہ کیا اور ہاتھی پر سوار کرا کے سیر کرایا۔ اور سونے چاندی کے مختلف اقسام و انواع کے برتن اور ایک مرصع بہ جواہر خلعت بھی دیا اور ان سب کے علاوہ مولانا لکھتے ہیں۔

قَدْ كَانَ أَعْطَاهُ عِنْدَ قُدُومِهٖ مِائَةَ أَلْفِ دِيْنَارٍ ۔

یعنی تشریف آوری کے شکریے میں ایک لاکھ دینار مزید عنایت کیا تھا۔

(نزہۃ الخواطر ص ۱۴۰ مطبوعہ حیدرآباد)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی

حضرت خواجہ کے صاحب زادوں کے پاس اجمیر کے قریب ایک گاؤں تھا وہاں کے حاکم نے شرح لگان کے اضافے کے سبب ان کو کچھ زیادہ پریشان کیا۔ صاحب زادوں نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ وہ دہلی جا کر سلطان سے ایک فرمان لے آئیں۔ خواجہ نے اپنے صاحب زادوں کی خاطر دہلی کا سفر اختیار کیا۔ دہلی پہنچ کر اپنے مرید خاص حضرت خواجہ بختیار کاکی کے پاس ٹھہرے۔ ان کو اپنے مرشد کی تشریف آوری کی وجہ معلوم ہوئی تو عرض کیا۔ آپ یہیں ٹھہریں میں سلطان کے پاس جاتا ہوں۔ سلطان نے اسی وقت معافی کا فرمان لکھا اور اشرفیوں کی تھیلی بطور نذرانہ بھیجی۔ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۱)

عصرِ حاضر میں

کچھ عرصہ پیشتر بھوپال اور حیدر آباد کی ریاستوں میں بھی ان کے عہد اقبال میں متعدد علماء و فضلاء اور مدارس کے وظائف مقرر تھے۔ مثلاً دار المصنفین اعظم گڑھ، ندوۃ العلماء لکھنو۔ دار العلوم دیوبند اور جامعہ ملیہ دہلی کے لئے وظائف مقرر تھے۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری

جس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا سلسلہ حیدر آباد پہنچا تو وہاں کے احباب نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی شریک ہوئے۔ اس اجلاس کی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ نواب میر عثمان علی خاں والی حیدر آباد دکن بھی شریک اجلاس تھے جس وقت مولانا امرتسری قادیانی مسائل کے سلسلہ میں قادیانی کتابوں کے حوالے زبانی پیش فرمانے لگے تو نواب صاحب عش عش کر اٹھے۔ اور مولانا صاحب کے اشتیاق ملاقات کا اظہار فرما کر

اختتام اجلاس پر چلے گئے۔ احباب نے مولانا سے نواب صاحب کے اشتیاق ملاقات کا تذکرہ کیا تو مولانا صاحب مرحوم وقت مقررہ پر نواب صاحب سے ملنے چلے گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ مولانا امرتسری تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کا ایک نسخہ بطور ہدیہ ساتھ لے گئے۔ ملاقات ہوتے ہی السلام علیکم یہ مصرعہ نواب صاحب کو سنایا۔ من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآن دربغل۔ نواب صاحب اپنے مقام سے اٹھ کر بغل گیر ہوئے اور اعزاز وتکریم کے ساتھ جب مولانا کو رخصت فرمایا تو دیگر تحائف و ہدایا کے ساتھ دو صد ماہوار مولانا کا مستقل وظیفہ بھی مقرر فرمایا۔
حسب روایت قاضی احمد حسین صاحب کانپوری۔

علامہ سید سلیمان ندوی

آپ کی جلالت شان تبحر علمی اور تاریخی معلومات کے تذکرے دور دور پہنچے۔ حیدر آباد اور بھوپال سے جو وظیفے مقرر تھے ان کے علاوہ امیر کابل کی دعوت پر آپ کابل تشریف لے گئے۔ یہ سفر آپ نے ۱۹۳۲ء میں اختیار کیا۔ جب آپ واپس ہونے لگے تو معارف کی روایت کے مطابق نقد درہم دینار کے علاوہ نادر شاہ امیر کابل نے ایک بیش بہا قالین اور ایک سبز تسبیح بھی خدمت والا میں ہدیہ فرمایا۔ (معارف دسمبر ۱۹۵۰ء)

مولانا مناظر احسن گیلانی

مولانا گیلانی کے متعلق معارف کی روایت ہے کہ جب مولانا بیمار ہوئے تو مولانا کے بھائی جناب مکارم احسن صاحب نے تعلقات کی بنا پر بیماری کی اطلاع نواب حبیب الرحمٰن صاحب شیروانی صدر یار جنگ بہادر حیدر آباد کو بھیج دی۔ نواب صاحب موصوف نے دعاؤں کے ساتھ دواؤں وغیرہ و دیگر مصارف کے لئے مبلغ تین سو روپیہ کا منی آرڈر بھیجدیا۔ اور لکھا کہ مولانا کی دواؤں میں مصارف کا خیال نہ کریں۔ جس قدر روپیوں کی ضرورت ہوگی بھیجتا رہوں گا۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی

مولانا عبدالماجد دریاآبادی کے فیوض علمی اور رشحات قلم سے آج خلق خدا استفید ہو رہی ہے مولانا کی سرپرستی اور قدردانی نواب میر عثمان علی خان والی حیدر آباد دکن کی طرف سے بشکل وظیفہ قائم رہی۔ اب نامعلوم کیا حال ہے؟ لیکن مولانا کے ذہنی سکون اور معاشی فراغ خاطر کے لئے ضرورت ہے کہ مولانا پہلے سے زیادہ مطمئن ہو کر کام کریں۔ کیونکہ مولانا اب عمر کی اس منزل میں پہنچ چکے ہیں کہ ان کے لمحات فرصت پہلے سے زیادہ قیمتی اور قابل قدر ہیں۔ مرا مین جنگ مرحوم صدر المہام حیدرآباد کے متعلق کسی موقع پر مولانا نے صدق میں فرمایا تھا۔ مرحوم بڑے علم دوست آدمی تھے، خدا جانے کتنوں کو پستی سے بلندی پر پہنچا دیا۔ ان سطور کا راقم آثم ذاتی طور پر مرحوم کا بال بال رہین منت ہے۔ (صدق ۲۲، دسمبر ۱۹۵۰ء)

عُلمائے دین کی خدمت اور عزّت افزائی کے چند واقعات

ا۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری شریف اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ کی حدیث کو تعلیقاً بیان فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمانِ دین انبیاء کے نائب اور وارث ہیں۔ اس حدیث کے پیش نظر صحابہ کرامؓ نے باہم دیگر تعظیم و تکریم کی ہے اور دیگر خلفاء و امراء اسلام نے بھی اہل علم کی قدر شناسی کا ثبوت دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضل و کمال اور وسعتِ علم کی کچھ انتہا نہیں مگر طلب علم اور مسائل اور فرائض کے حصول کے لئے حضرت زید بن ثابتؓ کی خدمت میں جاتے اور جب زید بن ثابت کبھی سوار ہو کر باہر نکلتے تو آپ ان کی سواری کا رکاب تھامتے۔ جب حضرت زید ان کو اس ادا سے منع کرتے تو آپ فرماتے۔

ھٰکَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَّفْعَلَ بِعُلَمَاءِ نَا۔

کہ ہمیں علماء کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ (مرآۃ الجنان جلد اول ص ۱۲۲)

۲۔ حضرت ابو العالیہ تابعین کرام میں تفسیر قرآن کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ حضرت عبداللہ

بن عباسؓ ان کا بے حد تعظیم وتکریم فرماتے. جب قریش کے عام لوگ زمین کے فرش پر ہوتے تو ان کو اپنے ساتھ تخت ومسند پر بٹھلاتے اور فرماتے

ھٰکَذَا الْعِلْمُ یَزِیْدُ الشَّرِیْفَ شَرَفًا وَیُجْلِسُ الْمَمْلُوْکَ عَلَی الْاَسِرَّۃِ ۔

یعنی علم شریف کی شرافت کو بڑھاتا ہے اور اہل علم بادشاہوں کی طرح تخت پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵۸)

۳ ر حضرت مجاہد تفسیر قرآن کے ممتاز اور مشہور عالم ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ان کی تفسیری بلند پروازیوں پر بے حد مسرور رہوتے اور حضرت مجاہد کی سواری کا رکاب تھامتے اور اس کو اپنے لئے وجہ شرف سمجھتے. حضرت مجاہد کا خود اپنا بیان ہے

رُبَّمَا اَخَذَ لِیْ ابْنُ عُمَرَ بِالرِّکَابِ ۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۸۶)

۴ ر امیر لیث بن سعد والی مصر امام زہری کے رکاب کو تھامتے تھے ۔

(آداب الشریعہ ج ۱ ص ۲۵۶)

۵ ر امام زہری اپنے استاد عبیداللہ بن عمر کی خدمت کرتے. کنویں سے پانی نکال کر ان کے کھیتوں کو سینچا کرتے ۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۴)

۶ ر حضرت امام ابوحنیفہؒ اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان کی مختلف خدمات انجام دیتے کبھی ان کے گدے کی روئی دھنتے. کبھی بازار سے سبزی ترکاری اور گوشت وغیرہ خرید لاتے. اس طرح کے اور بہت سے کام کرتے۔ (مقدمہ نصب الرایہ ص ۳۴)

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلاف اہل علم اور اساتذہ کی خدمت کیا کرتے تھے اسی وجہ سے ان کے علوم میں خیر وبرکت حاصل ہوتی رہی ۔

اس قسم کے حفظ مراتب اور آداب وتکریم کے چند واقعات اور ملاحظہ فرماتے چلیں ۔

۷ ر عارف باللہ محدث ابراہیم حزلی کی تعظیم وتکریم کا واقعہ یاقوت حموی نے معجم الادباء میں نقل کیا ہے کہ اسماعیل بن اسحاق قاضی وقت محدث یگانہ ابراہیم حزلی سے ملاقات کی بیحد تمنا رکھتے تھے. لیکن امام ابراہیم ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ وہ قاضی مملکت اور وہاں دربان اور حاجب ہیں. وہاں میرا گذر کیوں کر ہوگا. آخر قاضی صاحب نے دروازہ سے دربانوں کو ہٹا کر آپ کو

بعد اشتیاق بلالیا۔ امام ابراہیم پہنچے جوتا اتار کر جب وہ فرش پر چلنے لگے تو قاضی صاحب نے حسن عقیدت سے ان کے جوتوں کو اٹھا کر ایک ریشمی کپڑے میں رکھ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب امام صاحب واپس ہونے لگے تو قاضی صاحب نے ریشمی کپڑے سے ان کا جوتا نکال کر پیش کیا۔ امام ابراہیم نے ان کی عقیدت کا یہ حال دیکھا تو فرمایا۔

غَفَرَ لَكَ اللّٰهُ كَمَا أَكْرَمْتَ الْعِلْمَ ۔

یعنی اللہ تعالیٰ تکریم علم کے سبب آپ کی بخشش فرمائے۔

جب قاضی اسماعیل کا انتقال ہوا تو کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو جواب دیا ابراہیم حربی کی تعظیم و تکریم اور ان کی دعا کے سبب اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی ہے۔

یاد رہے امام حربی امام احمد بن حنبل کے شاگرد رشید اور صوفی باصفا اور جلیل القدر محدث ہیں۔

۸۔ ایک اور واقعہ شیخ الاسلام محمد بن نصر اور والی خراسان کا ملاحظہ کیجئے۔

والی خراسان اسماعیل بن محمد کا بیان ہے کہ میں ایک روز سمرقند میں درباری معاملات و مقدمات کی سماعت میں مشغول تھا کہ یکایک محمد بن نصر مروزی تشریف لائے۔ میں ان کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا اور ادب سے لا کر اپنے پاس بٹھایا۔ وہ کچھ بات چیت کر کے جب واپس تشریف لے گئے تو میرے بھائی اسحاق نے مجھ سے کہا کہ

تَقُوْمُ لِرَجُلٍ مِنَ الرَّعِيَّةِ ۔

کہ تم رعایا میں سے کسی آدمی کے آنے پر کھڑے ہوتے ہو۔

یہ انکساری و خاکساری وقار سلطنت کے خلاف ہے۔

اسماعیل بن احمد والی خراسان بیان کرتے ہیں کہ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور میرا بازو پکڑ کر مجھ سے فرماتے ہیں۔

ثُبِّتَ مُلْكُكَ وَمُلْكُ بَنِيْكَ بِإِجْلَالِكَ مُحَمَّدَ بْنَ مَرْوَزِي ۔

کہ تمہاری اور تمہاری اولاد کی سلطنت محمد بن نصر مروزی کی تعظیم و تکریم کے سبب دائم و ثبوت کر دی گئی ہے اور تمہارے بھائی کا ملک عنقریب چھن جائے گا کیونکہ اس نے محمد بن نصر کی تخفیف کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد دوم صـ۲۰۳ و تہذیب الاسماء ج ا صـ۹۳)

ایک بار حضرت امام عطاء بن رباح خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں پہنچے خلیفہ نے آپ کو دیکھتے ہی اٹھ کر آپ کا استقبال کیا اور اپنے تخت پر بٹھایا۔ خلیفہ کو رعایا پروری اور مسلمانوں کے حالات وضروریات پر متوجہ کیا۔ اس کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو خلیفہ نے کہا کہ آپ نے دوسروں کی ضروریات پر توجہ دلائی خود اپنی کوئی حاجت بیان نہیں فرمائی۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۲۹)

اس واقعہ سے بادشاہوں کی تکریم وتعظیم واستقبال واضح ہے۔

امام اوزاعی نے ایک بار عامل خراج شاہی آفیسر کے نام خط لکھا جس میں آپ نے ذمی کے معاملات کے بارے میں سفارش کی۔ اس نے ذمی کی ضروریات کو پورا کر دیا۔ اور امام کے خط کو سر آنکھوں پر بار بار رکھا۔ (تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۱۱)

اہل علم کی خوش نصیبی

اس زمانہ میں اسلاف کرام اور محدثین متقدمین کی اکثر نادر عزیز الوجود کتابیں مصر، شام دمشق وبیروت وغیرہ سے ملنے لگی ہیں۔ اس دور آخر میں نواب میر عثمان علی خاں حیدر آباد دکن نے قدیم کتابوں کو جامعہ عثمانیہ دائرۃ المعارف میں زر کثیر صرف کر کے چھپوا لیا اور اب یہاں سے بھی اکثر نادر و نایاب کتابیں دستیاب ہونے لگی ہیں۔

ار ایک وقت تھا کہ نواب صدیق الحسن خاں صاحب نے اتحاف النبلاء لکھی تو اس میں جا بجا چند ایسی کتابوں کی دستیابی پر ظفرتُ بہا کا جملہ لکھا ہے جن میں سے ہر ایک کتاب عربی کے بڑے مدرسہ اور ہر بڑے کتب خانہ سورت بمبئی وغیرہ میں آج ہر شخص کو باسانی مل سکتی ہے۔ مثلاً نیل الاوطار۔ اعلام الموقعین، زاد المعاد وغیرہ کے مل جانے پر نواب صاحبؒ نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا ہے کہ بفضل ایزدی مجھے یہ کتاب قلمی یا مطبوعہ میسر آئی ہے۔

لیکن آج یہ کتابیں عام ہو چکی ہیں۔

۲ر اسی طرح ایک وقت تھا کہ علماء کرام ہمام بن منبہ عن ابی ہریرہؓ کے نسخے کا صرف حوالہ

ہی دیا کرتے تھے لیکن اب یہ نسخہ جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب حیدر آبادی سابق پروفیسر پیرس یونیورسٹی کی کوششوں سے منظر عام پر آچکا ہے۔

۳ ر ایک وقت تھا کہ وہ سنن کبریٰ بیہقی جس کے مطالعہ کی سفارش حافظ ابن الصلاح نے اپنے مقولہ میں کی ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح صـ ۱۲۵)

اور حافظ سخاوی نے فتح المغیث میں جس کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے اس کا ملنا ہی محال تھا۔ اب دائرۃ المعارف العثمانیہ کی کوششوں سے یہ عزیز و عظیم کتاب سب کے لئے عام ہو رہی۔

۴ ر ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ زاد المعاد لابن القیم کی تلاش میں علامہ میر یمانی صاحب سبل السلام شرح بلوغ المرام کی عمر تمام ہو گئی اور بہ صرف زر کثیر بھی یہ کتاب آپ کو نہ ملی۔ خاتمہ عمر کے قریب جب دستیاب ہوئی تو انتہائی حسرت زا اشعار درد و غم میں ڈوبے ہوئے آپ کی زبان پر جاری ہوئے۔ ملاحظہ ہو اتحاف النبلاء۔ لیکن آج یہ ہر طالب علم کے لئے بآسانی میسر ہے۔

عُلمائے سلفؒ کے کاتب

مختصر یہ ہے کہ اب آئمہ سلف اور متقدمین محدثین کی اہم تصنیفات بآسانی میسر آرہی ہیں۔ مگر ان علمی ذخیروں کو بہت سارو پیہ لگا کر جمع کرنا پھر ان کا مطالعہ کرنا پھر ان کے صلاحتا و ثمرات کو شذرات و مقالات و رسائل کی شکل میں جمع کرنا پھر ان مسودات کو نظر ثانی کے بعد صاف کرنا آج کے محدود وقت اور محدود فرصت کے اعتبار سے طویل عمل ہے۔ اس لئے اول تو ایسا علمی ادارہ چاہیئے جہاں کتب سلف کا علمی خزانہ محفوظ ہو اور پھر مطالعہ کرنے والوں کی ایک جماعت چاہیئے جو ان کتابوں پر مفید نوٹ و نشان لگائے اور پھر ان مختلف کتابوں کے معلومات و مواد کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مختلف عنوانات کے تحت جمع کرے۔ نظر ثانی کے بعد ترمیم و اضافہ کے ساتھ جب اس کی تکمیل ہو جائے تو پھر اس کو از سر نو تحریر میں نقل کرنے کے لئے خوشنویس مددگار منشیوں کی ضرورت ہے تب جا کر مختصر وقت مختصر مدت میں کچھ زیادہ کام ہو جانے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

چنانچہ اکثر آئمہ سلف مشہورین کے حال میں ہم نے پڑھا ہے کہ ان کے پاس مددگار منشی رہتے تھے۔
چنانچہ مختلف آئمہ کے وراق اور کاتب کی ایک فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ امام اوزاعی کے کاتب ابوالفیض یوسف بن سفیر تھے۔ (کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری ص ۳۷)
ایک اور کاتب صقل بن زیاد دمشقی ہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل قسم ثانی جلد ثالث ص ۱۲۳)

۲۔ امام زہری کی حدیثوں کے کاتب شعیب بن حمزہ تھے۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۲۱۰)

۳۔ سفیان ثوری کے کاتب ہشام بن یوسف تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۶)
صنعاء میں ان کے علاوہ ایک اور کاتب بھی تھے۔ (کتاب الجرح والتعدیل قسم ثانی ج ۴ ص ۳)

۴۔ امام مالک کے کاتب حبیب نامی ایک صاحب تھے۔ (کتاب الضعفاء للنسائی ص ۱۰)

۵۔ امام بخاری کے کاتب محمد بن ابی حاتم تھے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۵۷۵)

۶۔ امام مسلم کے کاتب اور صحیح مسلم کی تحریر و ترتیب کے معاون احمد بن سلیمہ تھے۔
(تذکرہ جلد ۲ ص ۵۸۱)

۷۔ امام لیث بن سعد کے کاتب عبداللہ بن صالح ابو صالح تھے۔
کتاب الجرح والتعدیل قسم ثانی ج ثانی ص ۸۶)

۸۔ محدث ابن العزیز رازی نے منشیوں کی کتابت اور صفائی مسودہ کا اجرت پر دس ہزار درہم صرف کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے متعدد منشیوں کو تحریر و کتابت پر مامور کر رکھا تھا۔ (تذکرہ ج ۲ ص ۱۹۶)

۹۔ امام حرملہ تلمیذ الشافعی کے پاس نقل و نقل مسودات کے کاتب مقرر تھے۔
(تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۶۳)

۱۰۔ محدث یعقوب بن شیبہ کے پاس ہمیشہ منشیوں کا اسٹاف رہتا تھا۔ حافظ ذہبی نے آپ کا ذکر خیر اس طرح کیا ہے۔

اَلْحَافِظُ الْعَلَّامَۃُ صَاحِبُ الْمُسْنَدِ الْکَبِیْرِ مَا صُنِّفَ مُسْنَدٌ اَحْسَنُ مِنْہُ وَلٰکِنَّہٗ مَا اَتَمَّہٗ۔

یعنی حافظ الحدیث یعقوب بن شیبہ نے ایسی عظیم مسند تیار کی تھی کہ اس سے

عمدہ اور بہتر مسند کوئی دوسرا تیار نہ کر سکا۔

لیکن افسوس کہ وہ اسے اپنی زندگی میں پورا نہ کر سکے۔ حالانکہ اس کی تیاری میں انہوں نے اپنی دولت بے انتہا صرف کر دی تھی۔ اور متعدد طرق واسانید سے صحابہ کرام کی روایات کو جمع کرنے کے سلسلے میں شب و روز چالیس منشی صفائی اور تبیض کے لئے مقرر تھے۔ مشغولیت کا یہ عالم تھا۔ کہ موسم سرما میں ان منشیوں کے لئے چالیس کمرے بنوا دیئے گئے تھے تاکہ وہ گھر نہ جائیں اور ہمہ وقت کام میں مشغول رہیں۔ (تذکرہ ج دوم ص ۱۴۱)

۱۱۔ فراء نحوی کے حال میں لکھا ہے کہ خلیفہ مامون الرشید نے اصول نحو پر ایک جامع کتاب تصنیف کرنے کا حکم دیا تو اس کے لئے ایک وسیع مکان اور کتب خانہ کے علاوہ خدام اور کاتبین کا پورا عملہ ہر وقت حاضر رہتا۔ (مرأۃ الجنان جلد دوم ص ۳۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے فتح الباری کی تیاری میں ۲۵ برس کی طویل عمر و مدت صرف کی۔ فرماں روائے مصر کی جانب سے ان نساخوں اور کاتبوں کے وظائف مقرر تھے جو فتح الباری کا مسودہ صاف کرتے تھے۔ اہل علم کے فراغ خاطر کے لئے یہ شاہی وظیفہ اور عطیہ کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے تمام و کمال کر لینے کے بعد ایک دعوت کا انتظام مقیدہ مؤبدیہ میں کیا جس میں فرمانروائے مصر اور تمام عمائدین سلطنت اور تمام علمی شخصیتیں موجود تھیں۔ حافظ ابن حجر ایک زرنگار کرسی پر رونق افروز تھے۔ شعراء نے قصائد پڑھے۔ علماء نے مبارک باد دی۔ امراء سلطنت نے علماء و فضلاء اور شعراء کے دامن کو سیم و زر سے بھر دیا۔

غرض علمائے سلف کے مسودات کی صفائی اور نقل پر اس وقت بھی کاتب مقرر تھے جب کہ ان کا وقت اخذ و مطالعہ اور استحضار مواد میں کمال حفظ و معرفت کے سبب کم سے کم لگتا تھا۔ آج کل عموماً یہ حال ہے کہ اول تو فراغ معاش میسر نہیں۔ اگر میسر ہے تو علمی ذخیرہ مناسب حال نہیں اور اگر کہیں یہ دونوں جمع ہوں تو ان کاموں کے مصارف و اخراجات، منشی و کاتب کی اجرت۔ پھر پریس کتابت و طباعت کے مصارف کا بالکلیہ انتظام مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر کسی ملک میں کچھ خوش نصیب ایسے ہیں جن کو سب کچھ میسر ہے اور پھر بھی علمی و قلمی خدمت کا شغل نہیں رکھتے تو ان سے بڑھ کر اپنے علم و فہم اور دیانت و بصیرت پر دوسرا کون ظالم ہو سکتا ہے۔

عرب و مصر و حجاز کے اہل علم جو آج خدمات جلیلہ انجام دیتے ہیں اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اہل ثروت ہیں اور بقول سید سلیمان ندوی ہمارے ہاں کا اہل علم طبقہ سرمایہ سے خالی ہے۔ سید صاحب مرحوم اکثر افسوس کیا کرتے تھے اگر میرے پاس سرمایہ ہوتا تو میں خطبات مدراس کو انگریزی میں شائع کراتا۔ (معارف ستمبر ۱۹۵۷ء)

بہرحال یہ افسوس حضرت تنہا سید صاحب کو نہ تھی اکثر اہل علم اس مالی تنگی کی وجہ سے اپنے علمی مشاغل کو قائم نہ رکھ سکے اور ضروری آلات و اسباب کی عدم فراہمی سے اپنے مطالعہ کے نتائج و ثمرات کو کامیاب نہیں کر سکے۔

ایک واقعہ

محدث کبیر عبد الرحمٰن بن مہدی کی ایک تحریر کا حال پڑھیئے۔ فرماتے ہیں۔ میں اپنے بھائی کے ساتھ ایک کاروبار میں شریک تھا اس میں مجھے مال کثیر ملا۔ اس مال کی قدر و عظمت میرے دل میں پیدا ہوئی۔ مال کی محبت اور اس کے فتنوں کے اندیشے سے وہ سارا مال میں نے فی سبیل اللہ خیرات کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ کچھ تھوڑے دن گذرے تھے کہ وہ ساری رقم خداوند کریم نے وراثت اور بعض دوسری صورتوں سے مجھ کو واپس کر دی اس واقعہ کی روشنی میں حافظ عبد الرحمٰن بن مہدی قسم کھا کر بیان کرتے تھے۔

وَاللّٰهِ لَا تَجِدُ فَقْدَ شَيْءٍ تَرَكْتَهُ ابْتِغَاءَ لِوَجْهِ اللّٰهِ -

یعنی خدا کی قسم! آدمی جس چیز سے اللہ کے لئے دست بردار ی کر جائے وہ چیز ضائع نہیں جاتی۔ (صفۃ الصفوۃ جلد ۴ ص۳)

اور اس میں کچھ تعجب کی بات نہیں آخر حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے سارا اثاثہ ہی لا کر حاضر کر دیا تھا پھر ان کو اللہ نے بہت کچھ مادی بدل اور نعم البدل دیا۔

حضرت اسماء بنت ابو بکر ؓ کا ایک تجربہ امام ہجروی نے نقل کیا ہے۔ وہ اپنی آل اولاد سے فرماتی تھیں۔

اَنْفِقُوْا وَاَنْفِقْنَ وَتَصَدَّقْنَ لَا تَجِدْنَ فَقْدَ ہَا۔

یعنی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو. کبھی اس کو ضائع وبرباد نہ پاؤ گے. بلکہ اس کا نعم البدل دیکھو گے. (تہذیب الاسماء جلد ثانی ص ۳۲۹)

حضرت حسنؓ نے بار ہا اپنے مال کو راہ خدا میں خیرات کیا. گھر کچھ باقی نہ رکھا حتےٰ کہ گھر کی ہر ایک چیز کہ جوتی اور تواتک کو راہ خدا میں خیرات فرمایا. پھر اللہ تعالےٰ نے ان کو نعم البدل عطا فرمایا. (مرأة الجنان اول ص ۱۲۳)

خدا تعالےٰ کے دین کا بھی عجیب حال ہے. ادھر انہوں نے خیرات کیا اُدھر نعم البدل ملا. ایک بار تو حضرت معاویہؓ نے چار لاکھ خدمت والا میں حاضر کر دیا جسے حضرت حسن نے قبول فرمایا. (احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۳۵)

۳. حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چالیس ہزار دینار کو جو زمین کی قیمت ملی تھی بیک وقت تقسیم کر دیا اس چالیس ہزار اشرفی میں سے ایک پیسہ بھی گھر نہ لائے. خدا نے اس کا ان کو بدل اور نعم البدل عنایت کیا. (مرأة الجنان جلد اول ص ۹۶)

۴. حضرت عثمان غنیؓ نے جیش العسرة کے موقع پر ہزار ہا اشرفی اور تین سو اونٹوں کو مع ان کے لوازمات کے جہاد فی سبیل اللہ میں دے ڈالا. لیکن وہ بھکاری نہ ہوئے.

(مسند احمد و استیعاب و مرأة الجنان جلد اول ص ۹۴، تہذیب الاسماء جلد اول ص ۲۲۴)

۵. حضرت طلحہؓ نے ایک زمین حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سات لاکھ درہم میں فروخت کی. یہ رقم رات بھر ان کے پاس رہ گئی. پوری رات بے قرار اور بے چین رہ کر گذاری. صبح ہوتے ہی یہ ساری رقم اہل مدینہ میں فی سبیل اللہ تقسیم کر دی.

(صفة الصفوة ج ۱ ص ۱۳۲، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۸۴)

۶. حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ایک بار تیس ہزار درہم ملا. سب کو صدقہ کر دیا. اور ایک بار تو بیس ہزار کی رقم ملی لیکن اس کی مجلس برپا ہوتے ہی اسی مجلس میں لوگوں کو بلا بلا کر تقسیم فرما دیا. (صفة الصفوة جلد اول ص ۲۳۲)

۷. حضرت زبیرؓ نے اپنا ایک مکان چھ لاکھ میں فروخت کیا. رقم ملتے ہی فرمایا فی سبیل اللہ یعنی پوری رقم راہ خدا میں خرچ کی جا رہی ہے. (صفة الصفوة جلد اول ص ۱۲۵)

۸ر حضرت عائشہؓ کے متعلق علامہ ابن الجوزی نقل فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے احتیاط کی طرف توجہ دلائی تو آپ خفا ہو گئیں۔ اور نذر مان لی کہ اب عبداللہ بن زبیرؓ سے کبھی نہیں بولوں گی مختلف حضرات کی بڑی کوشش کے بعد اپنی نذر کا تذکرہ فرمایا اور پھر اس کے کفارہ میں چالیس غلاموں کو آزاد فرمایا۔ (صفۃ الصفوۃ جلد اول ص۱۴۷)

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے ایک سانپ کو قتل کر دیا خواب میں معلوم ہوا کہ وہ جن تھا گھبرا کر اٹھیں تو بارہ ہزار درہم خیرات فرمایا۔ (تذکرہ اول ص۲۸)

ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس ایک لاکھ دس ہزار درہم کا ہدیہ آیا۔ انہوں نے ایک بڑی سینی منگوا کر اس میں پوری رقم رکھی اور شام ہوتے ہوتے سب کچھ اہل حاجات میں تقسیم فرما دیا۔ (تذکرہ جلد اول ص۲۷)

اس سلسلہ میں کہاں تک تفصیل و تطویل کی جائے۔ مختصر یہ کہ صحابہ کرامؓ راہ خدا میں خیرات و صدقات کی تقسیم کے گویا عادی تھے۔ اس کے بغیر ان کو چین و سکون نہیں تھا اور اللہ پاک ان کے جود و سخا کے عوض نعم البدل بھی ان کو عطا فرماتا رہا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

جو لوگ راہ خدا میں اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں بار آور ہوتی ہیں اور ہر بالی سو دانوں کو لے کر بلند ہوتی ہے۔ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے یوں ہی اضافہ خیر کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ زبردست وسعت و علم والا ہے۔

بلاشبہ پروردگار عالم اپنے وعدہ حق کے مطابق صحابہ کرامؓ کے لئے مزید بالیدگی اور ترقی عطا فرماتا رہا۔ مخلصین و محسنین کے لئے وہی وعدۂ حق اور وہی قانون الٰہی آج بھی موجود ہے۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

عطیۂ خداوندی

علامہ ذہبی نے محدث یگانہ، امام زمانہ حضرت شیخ حیاۃ بن شریح کا ذکر فرمایا ہے کہ ان کا وظیفہ حکومت کی طرف سے مقرر تھا۔ وظیفہ تو لے آتے مگر راستہ میں ہی اہل حاجات کو سب تقسیم فرما دیتے۔ جب گھر پہنچتے تو بستر کے نیچے اس رقم کا نعم البدل ہمیشہ موجود پاتے۔ ان کے چچا زاد بھائی کو اس طرح کی خبریں متواتر مل رہی تھیں اس نے بھی یہی کیا۔ ذہبی نے کہا ہے کہ

فَتَصَدَّقَ بِعَطَائِہٖ وَبَادَرَ اِلٰی تَحْتَ فِرَاشِہٖ۔

کہ اس نے اپنا وظیفہ صدقہ کر دیا اور پھر جلدی سے بستر کے نیچے ہاتھ ڈالنے لگا کہ اس کا نعم البدل مل جائے۔ پورا بستر خوب الٹ پلٹ کر دیکھ ڈالا۔ مگر اس میں کچھ نہ ملا۔ تو امام سے اس کی انہوں نے شکایت کی۔ اس موقع پر حضرت حیاۃ بن شریح نے جو کچھ فرمایا اسے تمام حضرات کو نوٹ کر لینا چاہیئے معلوم ہوگا کہ سعادت و برکت کی موجب دراصل کیا چیز ہے!

اَنَا اَعْطَیْتُ رَبِّیْ بِیَقِیْنٍ وَاَنْتَ اَعْطَیْتَہٗ تَجْرِبَۃً۔

یعنی میں نے رب کو اس یقین کامل کے ساتھ دیا تھا کہ خداوند قدوس اپنے وعدۂ حق کے مطابق اس کا نعم البدل ضرور عطا کرے گا۔ اور تم نے اللہ کو آزمائش اور تجربہ کے طور پر دیا تھا۔

(تذکرہ جلد اول ص۱۷۴)

آج بھی یہی حالت ہے کہ ہمارے عوام بلکہ خواص کے دل یقین و تصدیق کے جذبات سے خالی ہیں۔ اِلَّا مَاشَآءَ اللہُ۔

مُصَنِّفینِ کُتبِ اِسلام کی اعانت کا مرتبہ

تبلیغ احکام اور مسائل اسلام کی اشاعت فی الجملہ فرض ہے اور تبلیغ و تذکیر کا شریعت نے بڑا درجہ رکھا ہے۔ ارشاد ہوا ہے۔

مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِه

یعنی تبلیغ کرنے والے کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا ثواب عمل کرنے والے کو ملے گا۔

(مسلم شریف بحوالہ ریاض الصالحین صـ۱۰۴)

ایک موقع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

فَوَاللّٰهِ اَنْ یَّهْدِیَ اللّٰهُ بِکَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ۔

یعنی اگر تبلیغی کوششوں سے فقط واحد بھی راہ ہدایت پر لگ جائے تو تمہارے لئے بحیثیت اجر و منافع بہت ساری اونٹنیوں سے بھی بہتر ہوگا۔

(صحیح بخاری و مسلم بحوالہ ریاض الصالحین صـ۱۰۵)

معلوم ہوا کہ تبلیغِ خیر بڑے ثواب اور بہت سے حسنات کا باعث ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی مبلغِ اسلام کو جو تصنیف و تالیف اور مضامین و مقالات کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو۔ اگر کوئی شخص اسے سہولت بہم پہنچائے اور اس کے لئے ضروری سامان فراہم کر دے تو وہ بھی اسی تبلیغ کے اجر و ثواب میں برابر شریک ہوگا۔

رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مجاہد کے جہاد کا سامان مہیا کر دے اس کو بھی جہاد کا ثواب ملے گا۔ پس اسی طرح قلمی جہاد کرنے والے بھی ایک درجہ کے مجاہد ہیں۔

اور بعض اوقات مجاہد بالعلم و مجاہد بالقلم کا درجہ مجاہد بالسیف سے بلند ہوتا ہے جیسا کہ علامہ ابن القیمؒ نے زاد المعاد جلد اول صـ۲۹۳ میں تحریر فرمایا ہے کہ جہاد کفار کے مقابلہ میں جہاد منافقین جو استدلالی ہو درجہ میں افضل ہے۔ کیونکہ جہاد بالسیف ہر خاص و عام کے لئے ممکن ہے مگر جہاد بالقلم والعلم صرف خاص کا کام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا کَبِیْرًا کے تحت فرماتے ہیں وَجَاهِدْهُمْ بِالْقُرْاٰنِ۔

(تفسیر ابن جریر طبری جلد اول صـ۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد بالقرآن جہاد بالسیف کے مقابلہ میں جہاد اکبر و اعظم ہے۔

بہر حال امراءِ اسلام کو غور کرنا چاہیئے کہ یوں تو آدمی زندگی بھر کماتا کھاتا رہتا ہے لیکن جوش

نصیب وہ لوگ ہیں جو اپنی آمدنی کا ایک حصہ تبلیغی مقاصد کے لئے صرف کرتے ہیں۔
ایسی صورت میں ان کی زندگی فیض رساں زندگی ہوگی۔ اور خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ کے تحت وہ عند اللہ سب سے بہتر انسان ہوں گے۔

فَلِلّٰہِ الْحَمْد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر تعارف

دارالحدیث جامعہ کمالیہ (رجسٹرڈ) راجووال

الحمدللہ! یہ دینی ادارہ سلفی اقدار کا حامل نصف صدی سے جاری ہے۔ اور وفاق المدارس السلفیہ سے (الحاق نمبر 119548 کوڈ نمبر 100) ملحق ہے۔

جامعہ کی عمارت تین کنال آٹھ مرلے میں واقع ہے۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر چار کنال کا رقبہ مزید حاصل کرلیا گیا ہے، جس کی عدم وسائل کی وجہ سے تاحال تعمیر شروع نہیں ہو سکی، اگر کوئی مخیر بزرگ اپنی ذاتی نگرانی میں تعمیر کرنا چاہے تو انتظامیہ خیر مقدم کرے گی۔

شعبہ جات

1-درس نظامی	۱۹۴۹ء	2-حفظ مع تجوید	۱۹۵۲ء
3-دعوت وارشاد اکیڈمی	۱۹۷۲ء	4-تفسیر القرآن	۱۹۵۷ء
5-ریاض الحدیث للطالبات	۱۹۸۴ء	6-اسلامیہ کالج (پرائمری تا ایف اے)	۱۹۸۵ء
7-طبع وتالیف	۱۹۷۲ء	8-ناظرہ مع پرائمری	۱۹۸۵ء

رابطہ:

عبیدالرحمٰن محسن دارالحدیث جامعہ کمالیہ (رجسٹرڈ) راجووال - اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علوم اسلامیہ کا عظیم ادارہ

دارالحدیث

جامعہ کمالیہ (رجسٹرڈ) راجووال، فون: 04449 - 870005

۱۳۶۸ھ ——— ۱۹۴۹ء

بوقت حجر اساسی شیخین امامین نے دعا فرمائی

شیخ الاسلام سیدنا حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

(متوفی ۱۹۴۶ء)

امام العصر سیدنا حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ

(متوفی ۱۹۸۵ء)

رابطہ

عبیدالرحمٰن محسن۔ راجووال ضلع اوکاڑہ